تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم   ۲۰ تا ۲۶/ اگست ۱۹۹۸ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

"دینُ اللہ کے نزدیک بس اسلام ہے!"

اسلام ہی بندوں کی غلامی سے مکمل آزادی ہے اور تمام نظاموں میں اسلامی نظام ہی وہ واحد نظام ہے جو انسانوں کو یہ آزادی عطا کرتا ہے۔ تمام زمینی نظاموں میں انسان' انسانوں کو اپنا غلام بناتے ہیں' یہ صورت حال انتہائی ترقی یافتہ جمہوریتوں میں بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح پست ترین ڈکٹیٹر شپ میں۔ ربوبیت کی اولین خصوصیت انسانوں کو غلام بنانا اور نظاموں' طریقہ ہائے زندگی' شرائع' قوانین' اقدار اور پیمانوں کو وضع کرنا ہے' تمام ہی ارضی نظاموں میں کچھ لوگ کسی نہ کسی صورت میں اس حق کے مدعی ہوتے ہیں اور معاملات کسی نہ کسی شکل میں انسانوں کے ایک گروہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں' یہ گروہ جس کے قوانین' اقدار' پیمانوں اور تصورات و افکار کے آگے باقی انسان جھکتے ہیں' یہی وہ ارضی "رب" ہیں جنہیں یہ اللہ کے بجائے اپنا "رب" بناتے ہیں اور الوہیت و ربوبیت کے سلسلے میں ان کے دعووں کو قبول کر لیتے ہیں' اس طرح وہ اللہ کے سوا ان کی بندگی کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے آگے رکوع و سجود نہ کرتے ہوں' کیونکہ عبودیت (بندگی و غلامی) ایسی عبادت ہے جس کا تعلق صرف اللہ سے ہونا چاہئے۔

اسلامی نظام ہی وہ واحد نظام ہے جس میں انسان اس غلامی سے آزادی پاتا اور صحیح معنی میں آزاد ہوتا ہے' وہ سب انسانوں سے آزاد ہو کر افکار' نظام ہائے حیات' طریق ہائے زندگی' شرائع' قوانین' اقدار اور پیمانے صرف اللہ سے لیتا ہے۔ اس معاملے میں اس کا حال اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی طرح ہوتا ہے' اس طرح وہ اور دوسرے انسان بالکل برابر ہوتے ہیں' سب کے ایک ہی سطح پر کھڑے ہوتے ہیں' سب کے سب ایک ہی آقا سے لو لگائے ہوتے ہیں' ان سے کوئی کسی کو اپنا رب نہیں بناتا۔

اس مفہوم کے ساتھ اسلام اللہ کے نزدیک مقبول دین ہے' وہی ہے جسے لے کر ہر رسول' خدا کے پاس سے آیا۔ اللہ نے تمام رسولوں علیہم السلام کو یہ دین دے کر اس لئے بھیجا کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی عبادت و غلامی کی طرف اور بندوں کے ظلم و جور سے نکال کر اللہ کے عدل و انصاف کی طرف لے آئیں۔ جو کوئی اس سے منہ موڑے وہ مسلمان نہیں ہے' خواہ تاویل کرنے والے کتنی ہی تاویل اور گمراہ کرنے والے کتنا ہی گمراہ کریں۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ "دین اللہ کے نزدیک بس اسلام ہے!"۔

(سید قطب شہید کی تفسیر "فی ظلال القرآن" سے ایک اقتباس)

قیمت : 3 روپے   شمارہ : 32

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عاکف سعید

جماعت اسلامی کی تحریک نفاذِ شریعت ___ دیر آید درست آید!

ایک اخباری اطلاع کے مطابق جماعت اسلامی نے تحریک نفاذِ شریعت کے آغاز کا فیصلہ کیا ہے۔ اخباری ذرائع کے مطابق امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد ۲۰/ اگست کو مردان سے اس تحریک کا آغاز کریں گے' بعد ازاں مالا کنڈ اور دیر میں بھی جلسہ عام سے خطاب کریں۔ قبل ازیں گزشتہ ہفتے شائع ہونے والی ایک اخباری اطلاع سے یہ حیران کن تاثر ملا تھا کہ تحریک نفاذِ شریعت کا اعلان جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت کی جانب سے نہیں' جماعت اسلامی صوبہ سرحد کی جانب سے ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ صوبہ سرحد کی جماعت اسلامی نے مالا کنڈ اور دیر کے علاقے میں صوفی محمد صاحب کی تحریک نفاذِ شریعت سے متاثر ہو کر اپنے طور پر نفاذِ شریعت تحریک چلانے کا اعلان کر دیا ہو' تاہم اس معاملے کا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ "دیر آید درست آید" کے مصداق اب جماعت اسلامی نے ملک گیر سطح پر نفاذِ شریعت تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس ضمن میں دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین سمیت تمام مکاتب فکر کے اہم افراد سے رابطوں کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔

رفقاء و احباب جانتے ہیں کہ سود کے خاتمے اور دستور پاکستان میں قرآن و سنت کی بالادستی کو یقینی بنانے کی خاطر ضروری ترامیم کے لئے مطالباتی مہم کا آغاز تنظیم اسلامی نے لگ بھگ ڈیڑھ سال قبل کیا تھا جب گزشتہ فروری ۹۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی بے مثال کامیابی کے بعد میاں محمد نواز شریف صاحب وزارت عظمیٰ کی مسند پر رونق افروز ہوئے تھے' اور بالکل غیر متوقع طور پر امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کے لئے دو مرتبہ اپنے والد گرامی میاں محمد شریف اور برادران میاں شہباز شریف اور میاں عباس شریف کے ہمراہ قرآن اکیڈمی تشریف لائے تھے۔ اس مطالباتی مہم کے تحت لاکھوں کی تعداد میں پوسٹ کارڈز اور ٹیلی گرام وزیر اعظم کے نام بھیجے گئے۔ بعد ازاں یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مقتدر طبقات کی ترجیحات میں قرآن و سنت کی بالادستی اور شریعت کے نفاذ کا معاملہ شاید سرے سے شامل ہی نہیں ہے' اس مہم سے ہاتھ کھینچ لیا گیا ___ پھر قریباً اڑھائی ماہ قبل ۲۸ مئی کو جب پاکستان نے شدید ترین عالمی دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے ایٹمی دھماکہ کرنے کا ایک قریباً "ناممکن" قدم اٹھانے کا کارنامہ سرانجام دیا تو امیدوں کے چراغ ایک بار پھر روشن ہو گئے۔ امیر تنظیم اسلامی نے اس موقع پر اپنے سابقہ مطالبے کو ایک بار پھر اخباری اشتہار کی صورت میں عام کیا اور نواز شریف صاحب سے مطالبہ کیا کہ ایٹمی دھماکے کے بعد اب "خالص دینی دھماکہ" بھی کر ڈالیں۔ "دینی دھماکے" کی اس اصطلاح کو اس درجہ قبول عام حاصل ہوا کہ قریباً تمام دینی مکاتب فکر کی جانب اس مطالبے کی بازگشت سنائی دینے لگی اور یوں یہ مطالبہ ایک بار بھرپور قوت کے ساتھ زندہ ہو گیا۔ قارئین کے علم میں ہے کہ اس موقع پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ تمام دینی جماعتوں کا ایک کنونشن بلایا جائے تاکہ اس مطالبے کو بیک آواز بلند کیا جا سکے' جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد صاحب کو دعوت دی کہ وہ یہ مجوزہ کنونشن بلائیں۔ امیر تنظیم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ سیاسی ایشوز کی بجائے اس خالص دینی ایشو پر دینی جماعتوں کو دعوت دیں اور جمع کریں۔ ایک ایسی جماعت کے امیر ہونے کے ناطے جو حجم میں بھی تنظیم اسلامی سے بڑی ہے اور جس کے روابط بھی مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کے ساتھ زیادہ گہرے ہیں' قاضی حسین احمد صاحب ہی اس کے "احق" اور "اہل" ہیں کہ وہ مجوزہ کنونشن کے داعی اور میزبان کا کردار ادا کریں۔ تاہم اس وقت جماعت اسلامی اور اس کے امیر نے اس مشورے کو زیادہ قابل اعتناء نہ سمجھا۔ تاہم انہوں نے اس معاملے میں تنظیم کے ساتھ تعاون پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے امیر تنظیم کو مشورہ دیا کہ اس کنونشن کے داعی کے طور پر وہ سامنے آئیں۔ بحمد اللہ کہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے تحت ۲۸ جون کو یہ کنونشن منعقد ہوا اور قریباً تمام دینی جماعتوں کے سربراہان نے اس میں شرکت فرمائی۔ قاضی صاحب نے بھی حسب وعدہ اس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا ___ امیر تنظیم نے اس کنونشن کے میزبان کی حیثیت سے نفاذِ شریعت کے مطالبے کی ضرورت و اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور مولانا مودودی مرحوم و مغفور کو اس امر پر خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے پاکستان بننے کے فوراً بعد مطالبہ دستور اسلامی کی مہم چلا کر بالغ نظری کا ثبوت دیا تھا جس کے نتیجے میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی تھی ___ تاہم اس کنونشن میں محترم قاضی صاحب کے خطاب کا حاصل یہ تھا کہ حکمران طبقے سے یہ توقع کرنا کہ وہ شریعت کے نفاذ اور سودی نظام کے خاتمے کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھا سکیں گے' کار عبث ہے اور اس ضمن میں جدوجہد کرنا وقت اور صلاحیتوں کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ___ کنونشن کے بعد بھی تنظیم اسلامی کی جانب سے بھیجے گئے ایک مراسلے کے جواب میں ان کا یہی موقف سامنے آیا۔ چنانچہ پچھلے دنوں راولپنڈی کے جلسہ عام میں بھی انہوں نے حکومت کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا اعلان کیا تھا' نفاذِ شریعت کی تحریک کا ذکر نہیں کیا تھا ___ اس تناظر میں جماعت اسلامی کی جانب سے تحریک نفاذِ شریعت کا آغاز اگرچہ ناقابل فہم ہے' تاہم اگر اس معاملے میں قاضی صاحب نے اپنے سابقہ موقف پر نظر ثانی کی ہے تو ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمارا تو ہمیشہ سے جماعت سے یہ مطالبہ رہا ہے کہ وہ انتخابی سیاست کے میدان کو ترک کر کے احتجاجی اور مطالباتی سیاست کے میدان کو اختیار کرے۔ امیر تنظیم اسلامی نے دینی سیاسی جماعتوں کے اس طرز فکر پر ہمیشہ افسوس کا اظہار کیا کہ انہوں نے ہر دور میں بحالی جمہوریت کی خاطر تحریک تو چلائی لیکن دین و شریعت کے نفاذ کے لئے کبھی تحریک نہیں چلائی۔ اگر جماعت اسلامی اب بھی سیاسی ایشوز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خالصتاً اس دینی مطالبے کے حق میں تحریک چلائے تو ان شاء اللہ العزیز تنظیم اسلامی دامے' درمے' سخنے' اس نیک کام میں ان کے ساتھ تعاون کرے گی۔ شرط صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ وہ اس تحریک کو اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کا ذریعہ نہ بنائیں' اس لئے کہ "آئیں وہ یاں خدا کرے' پر نہ خدا کرے کہ یوں" کے مصداق نفاذِ شریعت کی اس تحریک سے بھی اگر سیاسی مفادات کا حصول ہی ان کے پیش نظر رہا تو اس کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ متحدہ شریعت محاذ کی تاریخ دہرا دی جائے گی اور بس!

معمولی سی سیاسی بصیرت رکھنے والا شخص بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ وسط اگست سے کراچی کے حالات بد تر ہو جائیں گے

سوال یہ ہے کہ اگر قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہونا لازم ہے تو کیا کلام الٰہی کی سماعت کیلئے احترام ضروری نہیں؟

کراچی کے مسئلہ کے حل کیلئے وفاقی حکومت واضح طور پر کوئی فیصلہ کرے اور اس پر یکسو ہو کر عملدر آمد کرے

مرزا ایوب بیگ ' لاہور

۱۴/ اگست ۱۹۹۸ء کو پاکستان نے اپنا باون واں یوم آزادی منایا۔ اہم ترین تقریب اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے خوبصورت سبزہ زار میں منعقد ہوئی جہاں وزیر اعظم نے پرچم کشائی کی رسم ادا کی۔ فوجی بینڈ نے قومی ترانے کی دھنیں بکھیرنی شروع کیں تو حاضرین احتراماً خاموش کھڑے ہو گئے۔ قومی ترانہ ختم ہوا تو اناؤنسر نے اعلان کیا کہ اب قاری عبید الرحمٰن تلاوت قرآن سے ہمارے دلوں کو گرمائیں گے۔ تمام حاضرین اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ قومی تہوار کے منانے کا یہ انداز ہم نے اپنے سابق آقا انگریز سے سیکھا ہے اور شروع ہی سے بغیر سوچے سمجھے اسے اپنایا ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہونا لازم ہے تو کیا کلام الٰہی کی سماعت کے لئے ہم احترام ضروری نہیں سمجھتے؟ یقیناً ایسا نہیں۔

آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی non-practicing مسلمان بھی خصوصاً احترام کے حوالہ سے کسی دوسری شے کو قرآن حکیم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہونا محض اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ شاید بے عملی کے نتیجہ میں ہماری سوچ اور فکر بھی سربمہر ہو چکے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جب ہم جسمانی طور پر غلام تھے اس وقت بھی ہم ذہنی طور پر یوں غلام نہ تھے جس طرح آج ہم نام نہاد آزادی حاصل کرنے کے بعد ہیں اور یہ ذہنی غلامی صرف سیاسی سطح پر نہیں ہے بلکہ معاشی اور معاشرتی سطح پر بھی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ معاشرتی سطح پر ہم نے اس غلامی کو زیادہ گہرائی اور گیرائی سے قبول کیا ہے تو قطعاً غلط نہ ہو گا۔ معاملہ مخلوط معاشرے کا ہو یا روزمرہ کے رسم و رواج کا' سفید چمڑی والے ہمارے اذہان پر پوری طرح غالب نظر آئیں گے۔ ہم بڑے شوق اور شان و شوکت سے بچے کی سالگرہ مناتے ہیں۔ جتنے سال کا وہ ہوا اتنی موم بتیاں کیک پر لگا کر روشن کرتے ہیں۔ پھر وہ بچہ خود ہی روشنیاں گل کر دیتا ہے اور کیک کو چیر پھاڑ دیتا ہے اور بچے کے عزیز و اقارب خصوصاً ماں باپ' جو بچے کے صدقے واری جا رہے ہوتے ہیں' چراغوں کے گل ہونے پر اور چھری کے چلنے پر تالیاں پیٹتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہاں عام حالات میں یہ سب ماتم اور افسردگی کی علامات سمجھی جاتی ہیں لیکن خود کو ماڈرن (Modern) ثابت کرنے کے لئے اور ترقی یافتہ یورپ سے اپنا تعلق جوڑنے کے لئے ہم اندھا دھند ایسی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

تجزیہ

یورپ میں لوگ ایسے تہواروں پر شراب کے نشے میں دھت ہو کر برق رفتاری سے گاڑیاں چلاتے ہیں اور سینکڑوں حادثات ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں کیونکہ شراب کی دستیابی اتنی آسان نہیں۔ پھر یہ کہ کچھ گرانی اور کچھ مسلمانی آڑے آتی ہے لہٰذا محض آوارگی کے نشے میں مست ہو کر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اہم شاہراہوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ موٹر سائیکل اور سکوٹروں کے سائلنسر نکال کر ایسی خوفناک آوازیں نکالی جاتی ہیں کہ اچھے بھلوں کے کان پھٹ جائیں۔ سڑکوں کے عین درمیان میں بھنگڑے ڈالے جاتے ہیں' ایک دوسرے پر بے ہودہ آوازے کسے جاتے ہیں اور کوئی بھلا مانس سیدھا سادہ آدمی راہ چلتے ہتھے چڑھ جائے تو مذاق مذاق میں اس کی ایسی درگت بنائی جاتی ہے کہ جان بچا کر اگر وہاں سے نکل جائے تو یہ اس کی خوش قسمتی ہے۔ درد دل رکھنے والا مسلمان پاکستانی یہ سب کچھ دیکھ کر جب رات ۹ بجے باخبر رہنے کے لئے ٹی وی کے سامنے بیٹھتا ہے تو پہلی خبر یہ ہوتی ہے کہ "آج قوم نے یوم آزادی بڑے تزک و احتشام سے منایا"۔ اللہ جانے ان کی لغت میں تزک و احتشام کے کیا معنی ہیں۔

معمولی سی سیاسی بصیرت رکھنے والے بھی یہ پیشین گوئی کر رہے تھے کہ وسط اگست سے کراچی کے حالات بد تر ہو جائیں گے۔ ایک طرف پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم میں رابطوں کی اطلاعات آ رہی تھیں دوسری طرف وفاقی حکومت اور ایم کیو ایم میں اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی چلی جا رہی تھی۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں سندھ اور سرحد کے قوم پرستوں میں جو اتحاد ہوا تھا اس میں ایم کیو ایم کا شامل ہونا بالکل ہی ناقابل فہم ہے۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے نفع و نقصان کا تعلق صرف دیہی سندھ سے ہے لیکن ایم کیو ایم اس اتحاد میں بڑی سرگرمی سے شامل ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف وفاقی حکومت کو پریشان کرنے اور اسے دباؤ میں رکھنے کا حربہ تھا۔ علاوہ ازیں ایم کیو ایم کی قیادت تواتر سے یہ کہتی چلی آ رہی ہے کہ وفاقی حکومت اس معاہدے پر عمل پیرا ہونے سے گریز کر رہی ہے جو اس نے ایم کیو ایم سے کیا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس معاہدے کی کل کتنی شقیں ہیں۔ حکومت تمام مجرموں کو رہا کر چکی ہے' جن میں قتل اور اغواء جیسے سنگین جرائم کے مرتکب افراد بھی شامل ہیں۔ ایک بہت بڑی رقم جنرل بابر آپریشن کے متاثرین کو بھی تقسیم کی جا چکی ہے۔ اب مزید ایم کیو ایم کے مطالبات کیا ہیں؟ یہ جانبین جانتے ہیں یا اللہ۔ اس ہفتہ میں متحدہ کے آفس پر ایک زبردست حملہ ہوا ہے جس میں اس کے ۹ کارکن ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے' اگلے دن حقیقی کے دو کارکن مارے گئے۔ پھر ہڑتالوں اور ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں کئی کاریں اور ویگنیں جلا دی گئیں۔ کراس فائرنگ تو روزمرہ کا معمول بن چکی ہے۔

ہماری رائے میں کراچی کے مسئلہ کے دو ممکنہ حل ہیں' ایک یہ کہ حکومت حلیف اور حریف کی تقسیم کو قطعی طور پر نظرانداز کر کے جنرل بابر آپریشن کا re-play کرے۔ راقم اس معاملے میں اس حد تک جانے کا تجویز کرے گا کہ اگر حکومت کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس آپریشن کی مؤثر انداز میں نگرانی کر سکے تو حکومت جنرل بابر کی خدمات مستعار لے۔ اس معاملے کو حکومت انا کا مسئلہ نہ بنائے۔ اس طرح اگر ایک شہری بھی دہشت گردوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بچایا جاسکتا ہے تو بھی سودا مہنگا نہیں۔ انسانی جان سے کوئی شے افضل نہیں اور حکومت وقت کا اصل اور بنیادی فریضہ عوام کی جان ومال کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ دوسرا حل یہ ہے کہ مسلم لیگ کی حکومت یہ خبط اپنے دماغ سے نکال دے کہ وفاق کے ساتھ ساتھ ہر صوبے میں بھی اس کی یا اس کے حلیفوں کی حکومت کا ہونا لازم ہے۔ مسلم لیگ سندھ کی حکومت سے خود کو withdraw کر کے حکومت سازی کے مُعاملے میں خود کو بالکل لاتعلق کرے اور معاملے کو مکمل طور پر سندھ کی دوسری دو بڑی جماعتوں ایم کیو ایم اور پیپلزپارٹی پر چھوڑ دے اور مسلم لیگ اپنے بارے میں طے کرے کہ وہ سندھ اسمبلی میں اپوزیشن کا کردار ادا کرے گی۔ پیپلزپارٹی کے لئے بھی ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ ایم کیو ایم کو بھرپور موقع دے کہ وہ حکومت بنائے۔ وزیراعلیٰ سندھ کا عہدہ لازماً ایم کیو ایم کے پاس ہو اور وزارت میں بھی جو ذمہ داری وہ انہیں دیں وہ اسے قبول کرلیں۔ وفاقی حکومت گورنر بھی ایسا مقرر کرے جو ایم کیو ایم کے لئے قابل قبول ہو۔ ایم کیو ایم کو صرف یہ ٹاسک دیا جائے کہ انہیں جلد از جلد صوبے میں امن وامان قائم کرنا ہے۔ وفاقی حکومت محض نگرانی کرے اور کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ ہمیں پورا نہ سہی کافی حد تک یقین ہے کہ یہ تجربہ کامیاب رہے گا اور امن وامان کا قائم کرنا ایم کیو ایم اپنے لئے چیلنج سمجھے گی' اگر امن قائم ہو جائے گا تو یہی مطلوب ہے۔ ہمیں آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں اور اگر ایم کیو ایم امن قائم کرنے میں ناکام ہو گئی تو اس کی عوامی حیثیت ختم ہو جائے گی اور کل کلاں کسی حکومت کو تنگ کرنے یا بلیک میل کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہے گی۔

ہماری طرف سے پیش کردہ یہ دونوں حل ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ درحقیقت اب وفاقی حکومت کو بالکل واضح اور دو ٹوک موقف اختیار کرنا چاہئے۔ اگر وہ مختلف ایجنسیوں کی رپورٹوں اور اب تک کے ایم کیو ایم سے انتہائی قریبی تعلقات اور اپنی سیاسی فراست اور بصیرت سے اس فیصلے تک پہنچ چکی ہے کہ ایم کیو ایم ملک کی سلامتی اور اس کی integrity کے لئے خطرہ بن چکی ہے اور جناح پور کا قیام اور اس کے لئے بیرونی ممالک خصوصاً بھارت سے خفیہ امداد محض الزامات نہیں بلکہ ایسے حقائق ہیں جن کے دستاویزی اور دوسرے ثبوت حکومت کے پاس موجود ہیں تو پھر کسی نرمی یا ڈنگ ٹپاؤ اقدامات کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ملکی سلامتی کے حوالہ سے یہ طرز عمل انتہائی خطرناک ثابت ہو گا۔ ایسی صورت میں حکومت ہماری پہلی تجویز پر نیم دلی سے نہیں بلکہ بے رحمانہ انداز میں عمل درآمد کرے۔ اور اگر ایسے الزامات صدفی صد نہ سہی کافی حد تک غلط ہیں اور حکومت کے پاس ٹھوس شواہد موجود نہیں تو پھر ہماری اس دوسری تجویز پر عمل کیا جائے۔ لہٰذا وفاقی حکومت بہتر جانتی ہے کہ زمینی حقائق کیا ہیں اور اس نے دو متضاد انتہائی راستوں میں سے کس راستے کو اختیار کرنا ہے۔ البتہ ایک بات واضح ہے کہ اب کسی درمیانی راستے کی گنجائش نہیں رہی۔ وفاقی حکومت سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ وقت گزارو اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسی کو یک لخت ترک کرے اور کوئی واضح فیصلہ کر کے یکسو ہو کر ایک راستے کو اختیار کرے ورنہ کراچی کی بدامنی ملکی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کے تحت

قرآن ہال مین سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

درج ذیل عنوانات پر **خطبات خلافت** ارشاد فرمائیں گے

○ 28 اگست' بعد نماز مغرب	خلافت کی حقیقت اور اس کی تاریخ
○ 29 اگست' بعد نماز مغرب	عہد حاضر میں نظام خلافت کا سیاسی' معاشی اور معاشرتی خاکہ
○ 30 اگست' صبح دس بجے	قیام خلافت کا عملی طریق کار

تمام رفقاء 24/اگست کی رات تک قرآن ہال سرگودھا میں جمع ہو جائیں گے اور 28//اگست تک اپنے تربیتی پروگرام کے علاوہ تعارفی اور تشہیری مہم مکمل کریں گے۔ حلقہ کے رفقاء اپنی حاضری کو یقینی بنانے کے لئے ابھی سے اپنے اوقات کو فارغ کرنے کی منصوبہ بندی کرلیں۔ اگر کسی ناگزیر وجہ سے کوئی رفیق 24/اگست کی رات تک قرآن ہال سرگودھا میں ہفت روزہ کے لئے نہ پہنچ سکے تو نوٹ کرلیا جائے کہ حلقہ کے تمام رفقاء کا بمع احباب 28/اگست بروز جمعہ قبل از نماز مغرب تک قرآن ہال میں پہنچنا لازم ہے۔

یہ پروگرام 30/اگست بعد نماز ظہر اختتام پذیر ہو گا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: قرآن ہال نزد منیر ہسپتال سرگودھا لاری اڈہ سے شہر کی جانب واقع ہے۔

فون سرگودھا: (فون: 0451/212111)

المعلن: امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی' فیصل آباد فون: 041/624290

پریس ریلیز

اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ کرنا قومی سطح پر خیانت کا اظہار ہے

۱۴/اگست = پاکستان اللہ کی امانت اور تحفہ خداوندی ہے اسلامی ریاست بنا کر ہی اس امانت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ کرنا قومی سطح پر خیانت کا اظہار ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ان خیالات کا اظہار مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطبہ جمعہ میں کیا۔ انہوں نے بانی پاکستان قائداعظم کے ایک فرمان "پاکستان کا قیام رسول خدا کا روحانی فیض ہے' جسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنانا اہل پاکستان کی ذمہ داری ہے" کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہ کر کے ہم نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی کر رہے ہیں بلکہ ہمارا یہ طرز عمل قائداعظم اور علامہ اقبال کے واضح اعلانات کی بھی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے میاں نواز شریف کو خدا' رسول اور پاکستان کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ نظریہ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کے لئے دستور میں ضروری ترامیم منظور کرائیں اور سودی نظام کے خاتمے کے لئے وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفرالحق کی سربراہی میں قائم کردہ کمیٹی کی سفارشات کو نافذ کریں تاکہ ملک میں آئینی اور دستوری سطح پر نفاذ شریعت کی جانب پیش رفت کا آغاز ہو سکے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنے گزشتہ اور موجودہ دور حکومت میں کئی مرتبہ نفاذ اسلام کے وعدے کئے مگر اس ضمن میں کسی قسم کی پیش رفت نہ کر کے انہوں نے مسلسل وعدہ خلافی کا طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شریعت کو سپریم لاء بنانے اور سودی نظام کے خاتمے کے ضمن میں وزیراعظم کے تمام وعدے "ضیاء الحق کے نوے دنوں" کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نظریہ پاکستان سے روگردانی اور انحراف کی وجہ سے ایک قوم اب کئی لسانی اور نسلی قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اس وقت مختلف قومیتوں کے علمبردار کھلم کھلا پاکستان کی سالمیت اور یکجہتی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے تمام مسائل نظریہ پاکستان کو عملاً نافذ کرنے ہی سے حل ہو سکتے ہیں۔

افغانستان کے حالات پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ طالبان حکومت کی مزار شریف میں تیز رفتار' حیران کن اور غیر متوقع فتح قیام پاکستان کی طرح مشیت خداوندی کا خصوصی مظہر ہے۔ انہوں نے افغان مجاہد تنظیموں سے کہا کہ وہ نوشتہ دیوار پڑھ کر اور مشیت خداوندی کو سمجھ کر طالبان حکومت کے عام معافی کے اعلان سے فائدہ اٹھا کر افغانستان کو جدید اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے لئے غیر مشروط تعاون کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے افغانستان حکومت کے امیر المومنین ملا محمد عمر کو مزار شریف اور دیگر علاقوں کی فتح پر مبارکباد دیتے ہوئے اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ اس فتح سے نہ صرف پورا افغانستان اسلام کا گہوارہ بن جائے گا بلکہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو تقویت حاصل ہو گی۔ انہوں نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور افغانستان کے مابین کنفیڈریشن قائم کی جائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے عالم اسلام اور دیگر انصاف پسند ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان کی طالبان حکومت کو بلا تاخیر تسلیم کر لیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہ کیا گیا تو ملک کا پختون بیلٹ ملک سے کٹ کر افغانستان میں شامل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان میں بھی اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے تو اس سے نہ صرف ملک کو استحکام حاصل ہو گا بلکہ افغانستان اور پاکستان کے ذریعے اسلام کے عالمی غلبہ میں پیش رفت کا آغاز ہو جائے گا۔

طالبان کی فتوحات پر ایران کا ردعمل بلاجواز ہے

۱۷/اگست = امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے آج کی اس اخباری اطلاع کو افسوسناک قرار دیا ہے جس کے مطابق ایران کی حکومت نے افغانستان میں نہ صرف یہ کہ طالبان کی حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپنی سرحد پر کشیدگی برداشت نہیں کرے گی بلکہ افغانستان کی سرحد پر فوجی مشقیں کرنے کا عندیہ بھی ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ طالبان کی حالیہ محیر العقول کامیابیوں پر بھارت اور روس کی تشویش تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ایک برادر اسلامی ملک کی طرف سے اس قسم کا ردعمل خلاف توقع اور بلاجواز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جبکہ اللہ کے فضل سے طالبان کو افغانستان میں مکمل کنٹرول حاصل ہو چکا ہے۔ عالم اسلام کو طویل جنگ کا نشانہ بننے والے اس برادر ملک کی نہ صرف ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد کرنی چاہئے بلکہ طالبان کے ذریعے وہاں امن و امان کی بحالی اور حالات کو معمول پر لانے کی کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے جلد از جلد اسے تسلیم کرنا چاہئے' چہ جائیکہ ان کے خلاف نئے سرے سے ریشہ دوانیاں شروع کی جائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حکومت پاکستان پر خاص طور پر زور دیتے ہوئے کہا کہ افغانستان کے ساتھ فوراً کنفیڈریشن قائم کی جائے تاکہ اس خطے میں دیرپا امن کی بنیاد رکھی جا سکے اور افغان عوام جو گزشتہ لگ بھگ ایک دہائی سے مسلسل جانی اور مالی قربانیاں دے رہے ہیں' سکھ کا سانس لے سکیں۔

بیت المال میں حکمرانوں کا حصہ —— سیرت رسولؐ اور دورِ خلافت راشدہ کی روشنی میں

—— حافظ افروغ حسن ——

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اہل اسلام نے سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور اسلامی حکومت کی سربراہی کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں۔ حضرت ابو بکر ؓ شروع ہی سے کپڑے کی تجارت کے ذریعے اپنی روزی کماتے تھے اور ایک کامیاب اور خوشحال تاجر تھے۔ تجارت کے سلسلے میں اندرون ملک اور بیرون ملک شام اور یمن وغیرہ کے سفر کرتے رہتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی تجارت ہی ان کا ذریعہ معاش تھی۔ وہ خوب کماتے اور راہ حق میں بھی خوب خرچ کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے وقت ان کی مالی حالت قدرے کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں برکت دے دی اور وہ مرفہ الحال ہو گئے۔

حضرت ابو بکر ؓ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد دوسرے دن حسب معمول سفید کپڑے کے تھانوں کا گٹھا اُٹھا کر بازار کی طرف چل دیئے۔ راستے میں حضرت عمر فاروق ؓ مل گئے۔ انہوں نے پوچھا : اب کدھر؟ فرمایا : کپڑا بیچنے کے لئے بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے کہا آپ مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کریں گے یا اپنا کاروبار کریں گے؟ حضرت ابو بکر ؓ نے جواب دیا : کام نہ کروں گا تو خود کہاں سے کھاؤں گا اور گھر والوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟۔ اہل خانہ کی ضروریات پوری کرنا میرا فرض ہے۔ اگر میں ان کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لوں گا تو میرا نفس مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی کوتاہی اور سستی کا عادی ہو جائے گا۔ الغرض یہ معاملہ اربابِ حل و عقد کے درمیان موضوع بحث بنا رہا۔ حضرت ابو بکر ؓ بطور خلیفہ مسلمانوں کے بیت المال سے کوئی وظیفہ لینے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن صحابہ کرام ؓ کا اصرار تھا کہ خلافت کی ذمہ داریاں اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ ان کی موجودگی میں خلیفۂ وقت کے لئے کاروبار کی خاطر وقت نکالنا محال ہے۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ نے ان کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا : اب آپ پر مسلمانوں کی سرداری کا بوجھ آ پڑا ہے۔ خلافت اور تجارت کے کام ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔

آخر کار مسلمانوں کے متفقہ اصرار پر حضرت ابو بکرؓ نے وظیفہ لینا قبول کر لیا اور ساتھ ہی مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کا بار اٹھانے سے قاصر نہ تھا لیکن اب جبکہ مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں تو آل ابو بکر ؓ حسب ضرورت ان کے مال سے کھائیں گے اور ان کا کام کریں گے"۔

امت کے اربابِ شوریٰ نے خلیفہ وقت کا کتنا وظیفہ مقرر کیا۔ اس میں یہ اصول ملحوظ رکھا گیا کہ یہ رقم اتنی ہو جس سے ایک اوسط درجے کے مہاجر خاندان کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔

مولانا محمد حبیب الرحمان خاں شروانی کی تحقیق کے مطابق وظیفے کی رقم اڑھائی ہزار درہم سالانہ تھی کیونکہ ان کی وفات کے موقع پر جب اس کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ پوری مدت خلافت میں، جو دو سال تین مہینے گیارہ دن تھی، انہوں نے کل چھ ہزار درہم اپنی ضروریات کے لئے بیت المال سے وصول کئے تھے۔

اس عاشق رسولؐ کا جب آخری وقت آیا تو بیت المال کے خزانچی سے دریافت کیا کہ میں نے بیت المال سے کل کتنی رقم بطور وظیفہ وصول کی ہے۔ بتایا گیا چھ ہزار درہم۔

آپ نے اپنے بیٹے عبدالرحمان کو وصیت کی کہ ایک کھیت، جو میری ملکیت ہے، کو فروخت کر کے بیت المال کی رقم ادا کر دی جائے۔

اس کے بعد دریافت کیا کہ خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد میرے مال میں کس قدر اضافہ ہوا؟ معلوم ہوا ایک حبشی غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور مسلمانوں کی تلواریں صیقل کرتا ہے، ایک اونٹنی ہے جس پر پانی لایا جاتا ہے اور ایک معمولی سی چادر ہے۔ ان کے بارے میں وصیت کی کہ میری وفات کے بعد یہ سب چیزیں میرے جانشین کے پاس پہنچا دی جائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جب وظیفے کی رقم اور دوسری تمام چیزیں حضرت عمر فاروق ؓ کو پہنچائی گئیں تو وہ بے اختیار رو پڑے اور فرمایا :

"اے ابو بکر ؓ آپ اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت دشوار کر گئے ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے مساوات، عدل و انصاف اور سرکاری خزانے کی حفاظت کا جو معیار قائم کیا اس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے فاروق اعظم ؓ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔ لیکن اب ملکی معاملات میں مصروفیات کی بنا پر ان کے لئے اپنا کاروبار جاری رکھنا ناممکن تھا اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے دریافت کیا کہ جب میرا پورا وقت آپ لوگوں کی خدمت کے لئے وقف ہو گیا ہے تو میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لئے تمہارے بیت المال سے کس قدر وصول کر سکتا ہوں۔ مختلف رائیں سامنے آئیں لیکن حضرت علی ؓ کی رائے پر عمل ہوا۔ انہوں نے فرمایا تھا : "صرف معمولی درجے کی خوراک اور لباس آپ مسلمانوں کے بیت المال سے لے سکتے ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے اس سربراہ کا رہن سہن بالکل سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے پاک تھا۔ جسم پر اکثر پیوند لگے کپڑے ہوتے تھے۔ زمین پر سو رہتے تھے۔ گھر میں مہینوں گیہوں کا آٹا نہیں پکتا تھا۔ ان کا یہ طرزِ معاشرت رہبانیت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں سرکاری خزانے سے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں تھا۔

مسلمانوں کے مشترکہ خزانے کی حفاظت اور ہر قسم کی خیانت سے اسے بچانے کا انہیں کتنا خیال تھا اور اس معاملے میں وہ کتنی سختی سے کام لیتے تھے اس کا اندازہ ذیل کی چند مثالوں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ غنیمت کا مال آیا۔ اُم المومنین حضرت حفصہ ؓ جو حضرت عمر ؓ کی صاحبزادی تھیں، ان کے پاس آئیں اور کہا کہ امیر المومنین! اس میں سے میرا حق مجھے دے دیجئے کیونکہ میں "ذوی القربیٰ" میں سے ہوں۔ بیٹی کی یہ بات سن کر امیر المومنین نے فرمایا : "جان پدر، تیرا حق میرے خالص مال میں ہے لیکن یہ غنیمت کا مال ہے۔ تو نے اپنے باپ کو دھوکا دینا چاہا۔ اس پر وہ شرمندہ سی ہو کر چلی گئیں۔

ایک دفعہ حضرت عمر ؓ بیمار ہو گئے طبیب نے علاج

(باقی صفحہ ۸ پر)

اپنی زندگی کا نصب العین بنایئے!

—— ابن صالح ——

اب تک آپ کے سامنے بہت ساری ایسی باتیں آ چکی ہوں گی جنہیں آپ اختیار کرنا چاہتے ہوں للذا اس کا ایک بہت اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان باتوں کی آپ تبلیغ شروع کر دیں۔ سب سے پہلے گھر میں بیوی بچوں سے تبادلہ خیالات کریں۔ اگر آپ اس میں توازن قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی بات کا وزن محسوس کیا جانے لگا تو امید ہے یہ گاڑی چل پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ کوئی بھی شخص دوسرے کسی شخص کو تبدیل ہونے پر مائل نہیں کر سکتا' ہم میں سے ہر ایک نے تبدیلی کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ یہ دروازہ صرف اندر سے کھلتا ہے۔ للذا دوسرے کسی کا دروازہ ہم نہیں کھول سکتے' نہ دلائل سے' نہ جذبات سے۔ لیکن آپ اگر اپنا دروازہ کھولنے پر تیار ہیں تو یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ ہمیں اکثر کئی قسم کی پریشانیاں لاحق رہتی ہیں۔ جیسے صحت' بچوں کی تعلیم و تربیت' دفتری مسائل' قومی قرض' جوہری جنگ وغیرہ لیکن ان میں سے ہم ایسے مسائل آسانی سے الگ کر سکتے ہیں جن میں ہمارا کوئی کردار نہیں۔ اس کے بعد جن مسائل کا تعلق براہ راست ہم سے ہے ان میں بھی بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن پر درحقیقت ہمارا کنٹرول نہیں۔ چنانچہ جو مسائل ہماری حقیقی توجہ کے طالب ہوتے ہیں وہ بہت کم رہ جاتے ہیں۔ باعمل لوگ اپنی تمام تر توجہ ہمیشہ انہی معدودے چند مسائل پر مرکوز رکھتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار میں ہوتے ہیں۔ جبکہ جذباتی انسانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے انہیں رات دن بگڑتے ہوئے حالات کا غم بے چین کئے رکھتا ہے جو سراسر ان کے کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں۔ البتہ اکثر مسائل ایسے ہوتے ہیں جو صرف اجتماعی جدوجہد کے ذریعے حل کئے جا سکتے ہیں۔ للذا اجتماعیت اختیار کرنا انسانی زندگی کا ناگزیر تقاضا ہے۔

اپنی زندگی کو بامقصد بنانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنی ترجیحات' یہ ذہن میں رکھتے ہوئے طے کریں کہ آپ کو ایک روز اس دنیا سے رخصت ہونا ہے للذا آپ یہ نہ سوچیں کہ آج آپ کو لوگ کیا کہیں گے بلکہ یہ دیکھیں کہ اس روز لوگ آپ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ پوری زندگی کو سامنے رکھ کر اپنا ایک نصب العین بنائیں اور پھر اس کے تحت اپنی ترجیحات اس طرح مقرر کریں کہ آپ کا ہر عمل آپ کو اس نصب العین کے قریب تر لانے کا باعث ہو۔ جن لوگوں نے زندگی کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ دولت کمانا سمجھ رکھا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں کہ جن چیزوں کی حقیقی قدر تھی اس کی طرف نگاہ ہی نہ گئی۔ اگر آدمی کو یہ مستحضر رہے کہ اسے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا تو وہ کبھی دیوانہ وار دولت' شہرت اور جھوٹی عزت کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔ مرنے والے کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ پیچھے کیا چھوڑ گیا' جواب تھا "سب کچھ"!

ہر شے دوبار تخلیق ہوتی ہے' پہلے ذہن میں اس شے کا خاکہ بنتا ہے اس کے بعد وہ شے وجود میں آتی ہے۔ اگر پہلی تخلیق ادھوری ہے تو اس کے نتیجے میں وجود میں آنے والی شے بھی ادھوری رہے گی۔ بڑھئی کا یہ اصول کہ ناپو دو بار' کاٹو ایک بار۔ ہمارے لئے بہت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ یاد رکھئے اکثر ناکامیاں پہلی تخلیق میں ہوتی ہیں۔ نیز آپ جو کچھ تخلیق کرنا چاہتے ہیں یہ نہ ہو کہ وہ ماحول' حالات یا دوسرے لوگوں کی طرف سے آپ پر ٹھونسی گئی ہو بلکہ خالص آپ کی اپنی تخلیق ہونی چاہئے ورنہ آپ محض دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائیں گے' یہ حادثہ اکثر لوگوں کے ساتھ رونما ہوتا ہے۔

جو لوگ پہلی تخلیق پر قادر ہوتے ہیں وہی درحقیقت قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ یہاں قیادت (لیڈر شپ) کو منتظمہ (مینجمنٹ) کے ساتھ گڈمڈ نہ کریں۔ قائد اور ہوتا ہے منتظم اور' منتظم دوسری قسم کی تخلیق کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ قیادت پہلے درجے کی شے ہے' انتظامیہ بعد کا مرحلہ ہے۔ ماہرین کی رو سے مینجمنٹ کسی کام کو ٹھیک طور پر کرنے کا نام ہے جبکہ لیڈر شپ ٹھیک کام کرنے کا نام ہے۔ لیڈر کی مثال ایسے شخص کی ہے جو بلند ترین چوٹی پر کھڑا ہوا اور وہ سب کچھ دیکھ رہا ہو جو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اگر لیڈر شپ صحیح نہیں ہے تو بہترین سے بہترین مینیجر بھی ناکام ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا رخ' آپ کا نصب العین صحیح نہیں ہے تو قاعدے' قانون' محنت اور بھاگ دوڑ سب بیکار ہیں۔ لیڈر شپ کی اجتماعی اور انفرادی ہر دو سطح پر کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر ہمارے قدم آگے کی بجائے پیچھے کو جاتے ہیں۔ لیڈر شپ کی کمی کی ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر ہم لکیر کے فقیر ہوتے ہیں' اپنا راستہ خود بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں پھر آپ کو یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ اللہ کے ہاں آپ کو اکیلے پیش ہونا ہے اور اپنی جوابدہی کرنا ہے تو کیوں آپ اپنا راستہ خود تلاش نہیں کرتے۔ دنیا میں اس قدر تیز رفتاری سے تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں کہ اگر آپ کا اپنا کوئی ایجنڈا یا نصب العین نہیں ہے تو آپ کی حیثیت ایک تنکے کی ہے جسے ہوا جہاں چاہے اُڑا لے جائے۔ کسی شخص کے لئے نصب العین کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو کسی ملک کے لئے اس کے دستور کی ہوتی ہے۔ اگر دستور صحیح اصولوں پر مبنی ہے تو حالات و واقعات جو بھی رخ اختیار کریں اس ملک کی حکومت ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے دستور کی روشنی میں جلد کوئی مناسب فیصلہ کر لیتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بہت سارے ذہنی امراض کا باعث ہمارا ذہنی "خلاء" ہوتا ہے اگر آپ نے زندگی کا کوئی مقصد اور نصب العین معین نہیں کر رکھا تو یہ بے مقصدیت اور خلاء مختلف ذہنی امراض کا موجب بن سکتا ہے۔ لیکن جب آپ کے سامنے کوئی مشن ہے' آپ کی اپنی کوئی اقدار ہیں' کوئی مستقبل ہے تو آپ کی زندگی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائے گی۔

تھامس جیفرسن کا کہنا تھا کہ ہمارا تحریری دستور ہماری سلامتی کا ضامن ہے' آپ بھی اپنا ذاتی دستور لکھ کر رکھیں۔ لکھنے کے لئے ہر شخص کو اپنے دائرہ اثر کے مرکز سے آغاز کرنا چاہئے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ آپ کا نقطہ نگاہ اور اقدار کیا ہیں۔ بہرحال مرکز سے شروع کر کے ہم بتدریج اپنا دائرہ اثر بڑھاتے چلے جائیں گے۔ ہماری زندگی کا مرکزی نقطہ ہی ہمارے تحفظ' راہنمائی' ہماری دانائی اور طاقت کا ذریعہ ثابت ہو گا۔ تحفظ سے یہاں مراد آپ کی قدر و قیمت' آپ کا تشخص' آپ کی جذباتی وابستگی' عزت نفس اور آپ کی اصل قوت ہے۔ راہنمائی سے مراد زندگی کا رخ' دانائی سے مراد زندگی کے بارے میں آپ کا زاویۂ نگاہ' اعتدال کی اہمیت اور مختلف اصولوں کے اطلاق کی صلاحیت ہے۔ اسی طرح طاقت سے مراد کسی کام کو انجام دینے کے لئے قوت کار ہے۔ ان چاروں عناصر کا آپس میں گہرا تعلق ہے' تحفظ اور راہنمائی میسر ہو تو دانائی آتی ہے اور دانائی سے قوت کار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان چاروں عناصر کی کمی بیشی انسان کی کمزوری یا طاقت کو ظاہر کرتی ہے۔

آیئے ایک نظر دیکھیں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو کسی انسان کی زندگی کا مرکز قرار پا سکتے ہیں۔

اپنی زندگی کا نصب العین بنایئے!

—— ابن صالح ——

اب تک آپ کے سامنے بہت ساری ایسی باتیں آ چکی ہوں گی جنہیں آپ اختیار کرنا چاہتے ہوں لہٰذا اس کا ایک بہت اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان باتوں کی آپ تبلیغ شروع کر دیں۔ سب سے پہلے گھر میں بیوی بچوں سے تبادلہ خیالات کریں۔ اگر آپ اس میں توازن قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی بات کا وزن محسوس کیا جانے لگا تو امید ہے یہ گاڑی چل پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ کوئی بھی شخص دوسرے کسی شخص کو تبدیل ہونے پر مائل نہیں کر سکتا' ہم میں سے ہر ایک نے تبدیلی کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ یہ دروازہ صرف اندر سے کھلتا ہے۔ لہٰذا دوسرے کسی کا دروازہ ہم نہیں کھول سکتے' نہ دلائل سے' نہ جذبات سے۔ لیکن آپ اگر اپنا دروازہ کھولنے پر تیار ہیں تو یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ ہمیں اکثر کئی قسم کی پریشانیاں لاحق رہتی ہیں۔ جیسے صحت' بچوں کی تعلیم و تربیت' دفتری مسائل' قومی قرض' جوہری جنگ وغیرہ لیکن ان میں سے ہم ایسے مسائل آسانی سے الگ کر سکتے ہیں جن میں ہمارا کوئی کردار نہیں۔ اس کے بعد جن مسائل کا تعلق براہ راست ہم سے ہے ان میں بھی بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن پر درحقیقت ہمارا کنٹرول نہیں۔ چنانچہ جو مسائل ہماری حقیقی توجہ کے طالب ہوتے ہیں وہ بہت کم رہ جاتے ہیں۔ باعمل لوگ اپنی تمام تر توجہ ہمیشہ انہی معدودے چند مسائل پر مرکوز رکھتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار میں ہوتے ہیں۔ جبکہ جذباتی انسانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے انہیں رات دن بگڑتے ہوئے حالات کا غم بے چین کئے رکھتا ہے جو سراسر ان کے کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں۔ البتہ اکثر مسائل ایسے ہوتے ہیں جو صرف اجتماعی جدوجہد کے ذریعے حل کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اجتماعیت اختیار کرنا انسانی زندگی کا ناگزیر تقاضا ہے۔

اپنی زندگی کو بامقصد بنانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنی ترجیحات' یہ ذہن میں رکھتے ہوئے طے کریں کہ آپ کو ایک روز اس دنیا سے رخصت ہونا ہے لہٰذا آپ یہ نہ سوچیں کہ آج آپ کو لوگ کیا کہیں گے بلکہ یہ دیکھیں کہ اس روز لوگ آپ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ پوری زندگی کو سامنے رکھ کر اپنا ایک نصب العین بنائیں اور پھر اس کے تحت اپنی ترجیحات اس طرح مقرر کریں کہ آپ کا ہر عمل آپ کو اس نصب العین کے قریب تر لانے کا باعث ہو۔ جن لوگوں نے زندگی کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ دولت کمانا سمجھ رکھا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں کہ جن چیزوں کی حقیقی قدر تھی اس کی طرف نگاہ ہی نہ گئی۔ اگر آدمی کو یہ مستحضر رہے کہ اسے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا تو وہ کبھی دیوانہ وار دولت' شہرت اور جھوٹی عزت کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔ مرنے والے کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ پیچھے کیا چھوڑ گیا' جواب تھا "سب کچھ"!

ہر شے دوبار تخلیق ہوتی ہے' پہلے ذہن میں اس شے کا خاکہ بنتا ہے اس کے بعد وہ شے وجود میں آتی ہے۔ اگر پہلی تخلیق ادھوری ہے تو اس کے نتیجے میں وجود میں آنے والی شے بھی ادھوری رہے گی۔ بڑھئی کا یہ اصول کہ ناپو دو بار' کاٹو ایک بار۔ ہمارے لئے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ یاد رکھئے اکثر ناکامیاں پہلی تخلیق میں ہوتی ہیں۔ نیز آپ جو کچھ تخلیق کرنا چاہتے ہیں یہ نہ ہو کہ وہ ماحول' حالات یا دوسرے لوگوں کی طرف سے آپ پر ٹھونسی گئی ہو بلکہ خالص آپ کی اپنی تخلیق ہونی چاہئے ورنہ آپ محض دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائیں گے' یہ حادثہ اکثر لوگوں کے ساتھ رونما ہوتا ہے۔

جو لوگ پہلی تخلیق پر قادر ہوتے ہیں وہی درحقیقت قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ یہاں قیادت (لیڈر شپ) کو منتظم (مینجمنٹ) کے ساتھ گڈمڈ نہ کریں۔ قائد اور ہوتا ہے منتظم اور' منتظم دوسری قسم کی تخلیق کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ قیادت پہلے درجے کی شے ہے' انتظامیہ بعد کا مرحلہ ہے۔ ماہرین کی رو سے مینجمنٹ کسی کام کو ٹھیک طور پر کرنے کا نام ہے جبکہ لیڈر شپ ٹھیک کام کرنے کا نام ہے۔ لیڈر کی مثال ایسے شخص کی ہے جو بلند ترین چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ سب دیکھ رہا ہو جو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اگر لیڈر شپ صحیح نہیں ہے تو بہترین سے بہترین مینیجر بھی ناکام ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا رخ' آپ کا نصب العین صحیح نہیں ہے تو قاعدے قانون' محنت اور بھاگ دوڑ سب بیکار ہیں۔ لیڈر شپ کی اجتماعی اور انفرادی ہر دو سطح پر کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر ہمارے قدم آگے کی بجائے پیچھے کو جاتے ہیں۔ لیڈر شپ کی کمی کی ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر ہم لکیر کے فقیر ہوتے ہیں' اپنا راستہ خود بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں پھر آپ کو یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ اللہ کے ہاں آپ کو اکیلے پیش ہونا ہے اور اپنی جوابدہی کرنا ہے تو کیوں آپ اپنا راستہ خود تلاش نہیں کرتے۔ دنیا میں اس قدر تیز رفتاری سے تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں کہ اگر آپ کا اپنا کوئی ایجنڈا یا نصب العین نہیں ہے تو آپ کی حیثیت ایک تنکے کی ہے جسے ہوا جہاں چاہے اُڑا لے جائے۔ کسی شخص کے لئے نصب العین کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو کسی ملک کے لئے اس کے دستور کی ہوتی ہے۔ اگر دستور صحیح اصولوں پر مبنی ہے تو حالات و واقعات جو بھی رخ اختیار کریں اس ملک کی حکومت ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے دستور کی روشنی میں جلد کوئی مناسب فیصلہ کر لیتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بہت سارے ذہنی امراض کا باعث ہمارا ذہنی "خلاء" ہوتا ہے اگر آپ نے زندگی کا کوئی مقصد اور نصب العین معین نہیں کر رکھا تو یہ بے مقصدیت اور خلاء مختلف ذہنی امراض کا موجب بن سکتا ہے۔ لیکن جب آپ کے سامنے کوئی مشن ہے' آپ کی اپنی کوئی اقدار ہیں' کوئی مستقبل ہے تو آپ کی زندگی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائے گی۔

تھامس جیفرسن کا کہنا تھا کہ ہمارا تحریری دستور ہماری سلامتی کا ضامن ہے' آپ بھی اپنا ذاتی دستور لکھ کر رکھیں۔ لکھنے کے لئے ہر شخص کو اپنے دائرہ اثر کے مرکز سے آغاز کرنا چاہئے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ آپ کا نقطہ نگاہ اور اقدار کیا ہیں۔ بہرحال مرکز سے شروع کر کے ہم بتدریج اپنا دائرہ اثر بڑھاتے چلے جائیں گے۔ ہماری زندگی کا مرکزی نقطہ ہی ہمارے تحفظ' راہنمائی' ہماری دانائی اور طاقت کا ذریعہ ثابت ہو گا۔ تحفظ سے یہاں مراد آپ کی قدر و قیمت' آپ کا تشخص' آپ کی جذباتی وابستگی' عزت نفس اور آپ کی اصل قوت ہے۔ راہنمائی سے مراد زندگی کا رخ' دانائی سے مراد زندگی کے بارے میں آپ کا زاویۂ نگاہ' اعتدال کی اہمیت اور مختلف اصولوں کے اطلاق کی صلاحیت ہے۔ اسی طرح طاقت سے مراد کسی کام کو انجام دینے کے لئے قوت کار ہے۔ ان چاروں عناصر کا آپس میں گہرا تعلق ہے' تحفظ اور راہنمائی میسر ہو تو دانائی آتی ہے اور دانائی سے قوت کار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان چاروں عناصر کی کمی بیشی انسان کی کمزوری یا طاقت کو ظاہر کرتی ہے۔

آیئے ایک نظر دیکھیں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو کسی انسان کی زندگی کا مرکز قرار پا سکتے ہیں۔

۱۔ ازدواجی زندگی :

میاں بیوی کا رشتہ بہت ہی قربت انگیز' اطمینان بخش اور دیرپا رشتہ قرار پا سکتا ہے مگر جوں جوں ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے یہ رشتہ اکثر کمزور پڑنے لگتا ہے۔

۲۔ خاندان :

خاندان کا رشتہ بھی بہت موزوں اور فطری رشتہ دکھائی دیتا ہے لیکن اگر اسے زندگی کا مرکزی نقطہ قرار دیا جائے تو انسان نرا روایات اور خاندانی عزت و وقار کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔

۳۔ دولت :

دولت جمع کرنا بھی زندگی کا ایک اہم مقصد ہو سکتا ہے۔ مگر دولت چونکہ ایک ایسی شے ہے جسے ہر لحہ اور ہر سو خطرات لاحق رہتے ہیں اس لئے دولت انسان کو سوائے خوف و ہراس کے کچھ نہیں دیتی۔ دولت سے کسی حد تک تحفظ اور طاقت کا احساس تو ملتا ہے لیکن دانائی اور راہنمائی حاصل نہیں ہوتی۔

۴۔ کام :

بعض لوگوں کے ہاں کام کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے ان کی پہچان ان کا کام ہوتا ہے۔ مثلاً وہ ایک اچھا ڈاکٹر ہے' وہ ایک بہت بڑا مصنف ہے وغیرہ۔ لیکن ایسے لوگوں کی دانائی اور طاقت صرف اس مخصوص شعبے تک محدود ہوتی ہے۔

۵۔ ملکیت :

کاریں' بنگلے' زیورات' شہرت' سماجی حیثیت' ایسی چیزیں ہیں جو انسان کے پاس ہوں تو اسے آگے بڑھنے کی ہمت ملتی ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ دولت کی طرح یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔

۶۔ لطف اندوزی :

ٹی وی' فلمیں' کھیل تماشے' یہ سب دھوکے کا سامان ہیں جو انسان کو حقیقی خوشی نہیں دے سکتے' یہ محض زندگی کا ضیاع ہے۔

۷۔ دوستی اور دشمنی

یہ بھی ایسے جذبے ہیں جو اکثر عارضی ثابت ہوتے ہیں لہٰذا زندگی کا مستقل مرکز قرار نہیں پا سکتے۔

۸۔ مذہب :

مذہب پر صحیح معنوں میں عمل کرنے سے انسانی زندگی بامعنی اور خوشگوار بن سکتی ہے۔ لیکن جو لوگ صرف رسومات کی حد تک مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں وہ عملی زندگی میں شاید ہی کوئی کارنامہ انجام دے پاتے ہیں۔ چونکہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو مذہب کی اصل تعلیمات سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ مذہب سے وابستگی کے نتیجے میں انسان کی زندگی پر کوئی مثبت اثرات مرتب ہوں' مذہبی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل نہ کرنے سے ایک قسم کی منافقت جنم لینے لگتی ہے اور آدمی صرف فروعی مسائل میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔

۹۔ اپنی ذات :

زندگی کا محور و مرکز اگر انسان کی اپنی ذات بن جائے تو اس کا مظہر عام طور پر "خود غرضی" ہوتا ہے جو کئی اہم انسانی اقدار کی نفی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی مثال فلسطین میں واقع بحرۂ مردار کی ہے جو صرف لینا جانتا ہے' دینا نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص اپنی ذات خدمت خلق' لوگوں کی فلاح و بہبود اور نیکی اور بھلائی کے پھیلانے کے لئے واقف کر دے تو اس میں خیر ہی خیر ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں۔ آپ دوسروں کی زندگی میں آسانی سے اس طرح کی کوئی مثال تلاش کر سکتے ہیں لیکن مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ کا اپنا مقصد حیات کیا ہے۔ اس کا جواب شاید اتنا آسان نہ ہو۔ لہٰذا کوشش کر کے اس کا جواب تلاش کیجئے۔ اکثر لوگوں کی زندگی کے ایک سے زائد مراکز ہوتے ہیں چنانچہ کبھی وہ ایک مرکز اور کبھی دوسرے مرکز کی طرف لڑھکتے رہتے ہیں لہٰذا زندگی کا کوئی ایک واضح اور معین مرکز ہونا ضروری ہے۔ ایسا کون سا مرکز ہو سکتا ہے جسے بہترین قرار دیا جا سکے۔ اگر ہم اپنی زندگی کو صحیح اصولوں پر استوار کر سکیں تو ہمارے خیال میں زندگی کا مقصد پورا کیا جا سکتا ہے۔

صحیح اصول تبدیل نہیں ہوتے اس لئے ان پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔ اصول' اصول ہوتے ہیں ان پر کوئی شے اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اصول کسی کا لحاظ نہیں کرتے نہ کسی سے عداوت رکھتے ہیں۔ وہ کسی کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ لوگ انہیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہوتی ہے انہیں لوگوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اصول آپ کو کبھی سبز باغ نہیں دکھاتے۔ اصول حالات و واقعات کی تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتے۔ اصول کبھی مرتے نہیں' نہ آپ انہیں نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ اصولوں کے اندر گہرائی' سچائی اور گیرائی ہوتی ہے' اصول باہم مربوط ہوتے ہیں فتح بالآخر ہمیشہ اصولوں کی ہوتی ہے' کوتاہی ہماری ہے' ہم صحیح اصولوں تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری صلاحیتیں محدود ہیں لیکن مسلسل کوشش کے ذریعے ہم اپنی صلاحیتیں بڑھا سکتے ہیں' یہی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

بقیہ : گوشۂ خلافت

میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن اجازت کے بغیر نہیں لے سکتے تھے۔ مسجد میں جا کر مسلمانوں سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔ آپ نے اس طرح اجازت طلب فرما کر سرکاری خزانے پر خلیفہ وقت کے اختیارات کی حدود کا بھی تعین فرما دیا۔

شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے حضرت عمرؓ کے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے تھے اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ وقت کی اہلیہ حضرت ام کلثومؓ نے قیصر کے حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں۔ اس نے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا : گو عطر تمہارا تھا لیکن جو قاصد اسے لے کر گیا اس کے مصارف سرکاری خزانے سے ادا ہوئے۔ غرض جواہرات بیت المال میں داخل کر دیئے گئے اور انہیں ایک دینار معاوضے کے طور پر ادا کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے ایک روز مدینے کے بازار میں ایک موٹا تازہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ان کے بیٹے عبداللہ کا ہے۔ آپ نے بیٹے سے پوچھا : "یہ کیسا اونٹ ہے؟" انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ اونٹ خرید کر سرکاری چراگاہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اب یہ پل کر خوب تیار ہو گیا' تو اسے بیچ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ اونٹ سرکاری چراگاہ میں چر کر فربہ ہوا ہے۔ اس لئے تم اتنی ہی قیمت کے مستحق ہو جتنے میں خریدا تھا۔ پھر زائد رقم لے کر بیت المال میں جمع کرا دی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ابو موسیٰ اشعریؓ بیت المال کے خزانچی تھے۔ انہوں نے بیت المال کی عمارت میں جھاڑو دیا تو انہیں ایک درہم پڑا ہوا ملا۔ وہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے ایک بچے کو دے دیا جو اتفاق سے اس وقت پاس ہی کھڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ میں درہم دیکھا تو پوچھا : تو یہ کہاں سے لایا ہے؟ اس نے کہا مجھے ابو موسیٰ اشعریؓ نے دیا ہے۔ امیر المومنین نے فوراً انہیں بلا بھیجا اور کہا کیا تمہیں مخلوق میں عمر کے بیٹے سے زیادہ دشمن کوئی نہیں ملا کہ یہ درہم تو نے اسے دے دیا ہے اور تو چاہتا ہے کہ آقائے نامدار محمد ﷺ کی امت کے تمام مستحق لوگ قیامت کے دن مجھ سے الجھ جائیں؟ آپ نے وہ درہم بچے سے لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔

(جاری ہے)

عالم عرب کے بعد امریکہ کا اگلا ہدف.... ایران اور پاکستان؟

بدلتے ہوئے حالات میں پاک' افغان' ایران کنفیڈریشن ناگزیر ہے

تحریر : نعیم احمد خان

خلیج کی جنگ اور عراق کے خلاف تمام تر کاروائیوں کے متعلق یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ ان میں بنیادی اور اہم کردار امریکہ کا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ عراق کو مستقبل میں ابھرتی ہوئی مستحکم اسلامی ریاست بننے سے روکا جاسکے۔ اسی مقصد کے تحت امریکہ نے پہلے پہل عراق کو اپنی بھرپور دوستی کا یقین دلاتے ہوئے جدید اسلحہ سے لیس کیا تاکہ وہ کویت پر حملہ کرکے امریکہ کو اپنی جارحیت کا موقع دے سکے اور یوں امریکہ کو عالم اسلام کے مرکز پر قابو پانے کا موقع میسر آسکے۔ چنانچہ اب یہ تمام منظر دنیا کی نگاہوں میں ہے کہ امریکہ نے خلیجی ممالک میں کئی ایک اڈے قائم کر رکھے ہیں اور وہاں کی تیل کی دولت سے بھی مسلسل "مستفید" ہو رہا ہے اور خلیجی ممالک کی کسی قدر ناپسندیدگی کے باوجود جس کے بعض عملی مظاہرے بھی کئے گئے امریکہ علاقے سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

مرکز اسلام پر قابو پالینے کے بعد صیہونیت نواز امریکہ کا اگلا ہدف ایران اور پاکستان ہیں جو بنیاد پرستی کے کافی علمی مظاہر کے ساتھ عالم اسلام میں سب سے زیادہ اہم ہیں بلکہ پوری مسلم اُمہ کی قیادت کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے یہاں امریکہ کو مستقبل قریب تک کافی کامیابی حاصل تھی تاہم پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد اس کامیابی کا گراف کافی گرا ہے۔ اس کے باوجود پاکستان کی حد تک امریکہ کو اب بھی بہت زیادہ پریشانی کا سامنا نہیں ہے۔ وہ بعض خفیہ طریقوں سے یہاں عدم استحکام قائم کرنے میں لگا ہے اور ایٹمی دھماکوں کے ضمن میں اپنی ناکامی کی ستر پوشی کی خاطر خفیہ طور پر یہود و ہنود کا سہارا لے کر اندرون ملک کے مختلف نام نہاد دہشت گرد گروہوں کے ذریعے ایک بار پھر دہشت گردی کو ہوا دے رہا ہے۔ امریکہ کو اس معاملہ میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل رہی ہے جیسا کہ گزشتہ دنوں چند ہفتوں کی صورت حال سے واضح ہے لیکن یہاں یہ امر قابل افسوس ہے کہ ان ملک دشمن اور اسلام دشمن عناصر کی باتوں میں آنے والے اپنے آپ کو "پاکستانی" کہلاتے ہیں

ان حادثات سے ایک طرف پاکستان کو اندرونی طور پر عدم استحکام کا شکار کیا جارہا ہے تو دوسری طرف ہمسایہ ممالک سے اس کے تعلقات کو خراب کرکے بین الاقوامی سطح پر "تنہا" کیا جارہا ہے۔ اسی ضمن میں امریکہ نے چین کو قائل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے تاہم شنید ہے کہ امریکہ کو باوجود متفقہ بیان جاری کرنے کے دعوئ کے کوئی زیادہ قابل ذکر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ خود چین کا مفاد بھی پاکستان سے وابستہ ہے۔ ہماری داخلی اور خارجی پالیسی کے "ناخداؤں" کو اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت ان تمام امور کو پوری تفصیل سے مدنظر رکھنا چاہئے ورنہ ہم غلط فہمیوں کا شکار ہوتے رہیں گے جو بالآخر ہمیں "تنہا" کردیں گی۔

اُمت مسلمہ میں پاکستان کے ساتھ ساتھ ایران سے بھی امریکہ کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء میں انقلاب ایران کے بعد سے اب تک ایران امریکہ تعلقات ہمیشہ معاندانہ رہے ہیں اور امریکہ نے مختلف نوعیت کی سیاسی و اقتصادی پابندیاں عائد کرکے ایران کو ایک طرف عالمی سطح پر تنہا کرنے کی کوششیں کی ہیں تو دوسری طرف سرحدوں پر جنگ کو بڑھاوا دے کر اندرونی طور پر ایران کو عدم استحکام کا شکار کرنے کی بھرپور سازشیں کی ہیں۔ گو ایران کو اس سلسلہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا خاص طور پر ہمسایہ ممالک اور دیگر اسلامی ممالک کے ساتھ ایران کے تعلقات زیادہ اچھے نہیں رہے۔ پھر اندرونی طور پر ایران تاحال زیادہ مستحکم نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایران نے امریکہ کی ان معاندانہ سازشوں کو پوری طرح سمجھا اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ خود امریکہ کو اس ضمن میں اپنی ناکامی تسلیم کرنا پڑی۔ اس ناکامی کے پیش نظر اب امریکہ نے ایران کے خلاف نئی حکمت عملی اختیار کی ہے۔ چنانچہ امریکہ ایران کے خلاف معاندانہ پالیسی اختیار کرنے کی بجائے "عراقی فارمولا" پر عمل درآمد کرتے ہوئے دوستی کی پالیسی اپنا رہا ہے۔ اسی پالیسی کے تحت گذشتہ دنوں صدر کلنٹن نے ایران کو ٹیکنالوجی کی فراہمی کے متفقہ طور منظور شدہ ایک بل کو یہ کہہ کر ویٹو کردیا کہ ایران کے ساتھ تعلقات میں حالیہ مثبت پیش رفت کے ضمن میں امریکی کوششوں کو اس بل سے شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اس موقع پر صدر کلنٹن نے ایران کو ٹیکنالوجی فراہم کرنے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے ایران سے بہتر تعلقات استوار کرنے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا۔

ایران کے خلاف امریکی پالیسی میں تبدیلی جہاں امریکہ کی کھلی ناکامی کی مظہر ہے وہاں ایران کی واضح کامیابی بھی ظاہر کرتی ہے۔ تاہم اب بھی حالات بدلے نہیں ہیں۔ امریکہ اب بھی اسلام اور ایران کا کھلا دشمن ہی ہے صرف اس نے اپنی دشمنی کی سابقہ روش میں ناکامی کی وجہ سے اپنی پالیسی بدلی ہے اور یہ پالیسی پہلے کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ کھلی دشمنی کا مقابلہ تو کیا جاسکتا ہے دوستی کے روپ میں دشمنی کا نہیں۔ دوسری طرف ایران میں اندرونی طور پر نظم واتحاد بھی پہلے کی نسبت کمزور ہوا ہے۔ صدر ہاشمی رفسنجانی کے اقتدار کے فوراً بعد سے ہی وہاں جدیدیت (Modernism) کی طرف رجحان بڑھنے لگا ہے۔ اس کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب سابق صدر کی بیٹی نے گذشتہ برس انڈیا میں ہونے والی خواتین کی حقوق انسانی کی کانفرنس میں مسلمان ملک کی طرف سے شرکت کی اور اس میں شدت اس وقت آئی جب ایران کے اعتدال پسند صدر یا دوسرے لفظوں میں کسی حد تک آزاد خیال صدر خاتمی کا انتخاب عمل میں آیا۔ صدر خاتمی نے منتخب ہونے کے فوراً بعد ملکی پالیسی میں اعتدال کے ساتھ ساتھ خواتین کو زیادہ سے زیادہ حقوق دینے کا اعلان کیا۔ صدر خاتمی نے کئی ایک نئے اخبار و رسائل کی اشاعت کی منظوری کے ساتھ انقلاب ایران کے بعد پہلی مرتبہ کسی خواتین رسالے کی اشاعت کی بھی اجازت دی۔ ایران امریکہ تعلقات کے ضمن میں سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر خاتمی نے امریکی عوام سے بہتر تعلقات استوار کرنے کا واضح عندیہ دیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ باہمی غلط فہمیوں کے ازالہ کی بھی شدید ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اب حال ہی میں انہوں نے امریکہ کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان کے خیال میں اس طرح سے ایران کی بہت سی اقتصادی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ "طائر لاہوت" کے لئے ایسے رزق سے تو موت اچھی ہے جس سے "پرواز میں کوتاہی" آتی ہو۔

داخلی سطح پر ایران کے اندر قدیم وجدید کا جھگڑا پہلے کی نسبت زیادہ شدت اختیار کرتا جارہا ہے۔ جدید وقدیم کے درمیان فرق وتفاوت پر بحث مباحثے ہو رہے ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

گھر میں اسلامی فضا کے بغیر اسلامی نسل کی پرورش نہیں ہو سکتی

بچوں کے دل کی کشت زار میں مائیں ہی تخم ڈال سکتی ہیں

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

جیسے ایک گھرانہ بغیر بیبیوں کے ناقص ہے اور اس کو گھرانہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے' ایسے ہی امت کا بھی حال ہے۔ اگر اس میں تعلیم اور ترقی' فہم اور سمجھ' اخلاق اور تہذیب صرف مردوں میں محدود رہیں تو پھر اس اُمت کو بیدار اور زندہ اُمت کہنا مشکل ہے۔ اس کا اہتمام ہمیشہ کیا گیا ہے' ابتدائے اسلام سے بچیوں' لڑکیوں اور خواتین کو بھی تعلیم اور اسلام کی تربیت میں شریک کیا گیا ہے' حدیث میں فرمایا گیا ہے ((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)) "علم کی طلب اور علم پر محنت کرنا' اور علم کو حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے" چنانچہ اسلام کا پورا نظام' اس کے دینی نظام اور اس کے ذہنی نظام اور اس کے اخلاقی نظام اور اس کے نظام پرورش کا صحیح مفہوم وجود میں نہیں آسکتا جب تک کہ خود ہماری امت کی مسلمان بیٹیاں اس میں شریک نہ ہوں اور وہ ضروری حد تک علم حاصل نہ کریں' اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے جو مرد و عورت کے درمیان مشترک ہیں' واقف نہ ہوں۔ یہ ایک یک طرفہ کوشش ہوگی اور یک طرفہ روش ہوگی جس سے کوئی امت تو امت' ملت تو ملت ایک شہر بھی گزارہ نہیں کر سکتا۔ اس کی ضرورت ہے تبھی تو کہا ہے کہ علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔

ہمارا پورا نظام معاشرت بلکہ نظام زندگی و نظام مذہب بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتا کہ بیبیاں اور بچیاں بھی اسلام سے واقف ہوں اور گھر میں جو کچھ ماحول ہوتا ہے وہ تو بیویوں اور بیٹیوں ہی کا ساختہ پرداختہ ہوتا ہے۔ اگر گھر کے اندر اسلامی فضا نہیں ہے' دینی تعلیمات نہیں ہیں' اسلامی اخلاق نہیں ہے تو پھر اس نسل کی اسلامی پرورش ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ اس کا ہمیشہ اہتمام رکھا گیا' اور امت کا طبقۂ نسواں بھی ہمیشہ نہ صرف یہ کہ علم سے واقف بلکہ علم پھیلانے والا بھی رہا اور تذکرہ کی کتابوں میں ایسی بیویوں کے نام ملتے ہیں جو بڑی فاضلہ' عالمہ تھیں اور جن کی وجہ سے خاندان کے خاندان بلکہ اس زمانہ میں ملت کا پورا حصہ دین سے واقف تھا اور دین پر کاربند تھا۔ ان کے کارنامے آپ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ بعض خاندانوں کا ایمان مستورات نے بچایا ہے۔ انہوں نے شروع سے بچیوں کی ایسی تربیت کی اور اسلامی اور دینی غیرت کا اظہار کیا اور نقش کر دیا۔ سچ پوچھئے تو دل کی بھٹی میں' دل کی خام میں اور دل کے کشت زار میں مائیں ہی تخم ڈال سکتی ہیں' گھر کی مستورات ہی ڈال سکتی ہیں اور جب یہ تخم پک جاتا ہے تو پھر اس کو حکومتیں بھی اکھاڑ نہیں سکتیں۔

اس کی ہزارہا مثالیں ہیں کہ ماں اور بہنوں سے پڑھا ہوا سبق ان سے سیکھا ہوا دین' ان کا بیدار کیا ہوا جذبہ بڑے بڑے مجاہدوں کی استقامت اور ان کی ثابت قدمی کا ذریعہ بنا۔ اگر آپ ان کی تحقیق کریں اور ذرا ریسرچ سے اور سراغ رسانی سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ اُن میں ثبات و استقامت کا جو جذبہ پیدا ہوا وہ ماں ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کی کثرت سے مثالیں ہیں کہ بڑے بڑے چوٹی کے علماء اسلام میں ایسے گزرے ہیں' جن پر سب سے زیادہ ان کی ماؤں کا اثر پڑا ہے اور ان کی ماؤں نے ان کو اخیر تک اسلام پر قائم رہنے کی ہمت اور حوصلہ دیا۔

ہماری تاریخ میں مستورات کے طبقہ کے متعلق مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں کہ بعض اوقات انہوں نے لوگوں کو اللہ کے راستے میں جان دینے پر آمادہ کیا اور اپنے لخت ہائے جگر کو خطرے میں ڈالا' ان کی ہمت بڑھائی بلکہ ان میں غیرت پیدا کی کہ دین کے لئے قربان ہو جانا چاہئے اور سب کچھ قربان کر دینا چاہئے۔ بعض بڑے بڑے اکابر اور بڑے بڑے مجاہد پیدا ہوئے ہیں کہ اول اول ان کے اندر جو جہاد کا جذبہ پیدا ہوا اور اسلام پر نثار اور قربان ہو جانے کا جو حوصلہ پیدا ہوا وہ ان کی ماؤں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ اکثر اللہ والوں' مجاہدین اور فاتحین کے حالات میں ان کی ماؤں کا بنیادی حصہ ملے گا۔ انہوں نے خود بھی اعتراف کیا کہ سب سے پہلے ہمارے کان میں یہ بات ہماری ماؤں کے ذریعہ سے پڑی' انہوں نے ہمارے اندر دینی غیرت پیدا کی اور بعض موقعوں پر تو دینی حمیت پیدا کرنے میں ہماری خواتین کا حصہ زیادہ رہا ہے۔ اب نئی نسل کے لئے ذہنی ارتداد کا جو خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس سے محفوظ رکھنے میں سب سے بڑا ہاتھ ماؤں کا ہوگا۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی کی مادر مشفقہ کے فقرے نے قربانی دینے' ایثار کرنے اور اپنے کو خطرے میں ڈالنے پر آمادہ کر لیا۔

ایک کمپیوٹر ڈسک (CD) میں پورے قرآن کا ترجمہ بمع مختصر تشریح!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

کی آواز میں قرآن مجید کی مختصر و جامع تشریح پر مبنی

دورۂ ترجمہ قرآن --- Compact Disk

تیار کر لی گئی ہے' ہدیہ۔ /175 روپے

نوٹ: یہ کمپیوٹر ڈسک امسال ماہ رمضان میں کراچی میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل ہے۔

رابطہ: شعبہ سمع و بصر قرآن اکیڈمی

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501 فیکس: 5834000

پاکستان کا اسلامی مملکت میں تبدیل ہونا ہنوز باقی ہے

سیکولرزم کے عالمگیر رجحان کے ہوتے ہوئے قرارداد مقاصد کی منظوری جرأت مندانہ اقدام تھا

اسلام کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اسلامی تحریک کی مخصوص راہ کو اختیار کرنا پڑے گا!

تحریر : محمد سمیع

جماعت اسلامی اور اس کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کو ان کے مخالفین تحریک پاکستان کے مخالفین میں شمار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا کا موقف یہ تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک قومی تحریک ہے۔ ایک قومی تحریک کے نتیجے میں مسلمانوں کی ایک قومی حکومت تو وجود میں آسکتی ہے' کسی اسلامی مملکت کا وجود میں آنا ممکن نہیں۔ فروری ۱۹۴۶ء کے ترجمان القرآن میں انہوں نے ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا تھا کہ ''مسلم لیگ کی تحریک کے بارے میں پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ اس کے بنیادی تصورات' اس کا نظام ترکیبی' اس کا مزاج اور اس کی اسپرٹ' اس کا طریقہ کار اور اس کے مقاصد سب کچھ وہی ہیں جو قومی اور قوم پرستانہ تحریکوں کے ہوا کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مسلمانوں کی قومی تحریک ہے اور مسلمان کی ہر چیز ''اسلامی'' بن جایا کرتی ہے' اس لئے خواہ مخواہ اسے بھی اسلامی تحریک سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تحریک اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل ایک دوسری ہی چیز ہوتی ہے جس کا کوئی شائبہ بھی مسلم لیگ کی قومی تحریک میں نہیں پایا جاتا اور یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ اسلام اپنے مخصوص طریقہ کار سے جس منزل تک پہنچنا چاہتا ہے اس تک آپ ایک قوم پرستانہ تحریک کے ڈھنگ اختیار کر کے پہنچ جائیں۔ ہر منزل اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنی ہی ایک مخصوص راہ رکھتی ہے۔ اگر آپ اسلام کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں تو آپ کو اسلامی تحریک ہی کی مخصوص راہ کو سمجھنا اور اسے اختیار کرنا پڑے گا۔ قوم پرستی کے طریقے اختیار کر کے آپ قومیت کی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں مگر یہ توقع کرنا انتہائی پراگندہ خیالی ہے کہ ان ڈھنگوں سے آپ اسلامی منزل مقصود تک جا پہنچیں گے۔''

میں سمجھتا ہوں کہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے اس تجزیئے سے ان کے کٹر سے کٹر مخالفین بھی اتفاق کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۴/۱ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کے نتیجے میں ایک مسلم قومی مملکت تو وجود میں آ گئی' اس کا اسلامی مملکت میں تبدیل ہونا ہنوز باقی ہے۔ نصف صدی کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اسلام کی منزل دُور دُور تک نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ہوا یہ کہ ہندوؤں کے خوف' اسلام کی محبت اور قائداعظم محمد علی جناح کی کرشماتی قیادت میں جو مسلم قوم وجود میں آئی وہ آزادی کے نتیجے میں ہندوؤں کی بالادستی سے نچنت ہو کر اور قائداعظم کی وفات کے نتیجے میں ان کی کرشماتی قیادت سے محروم ہو کر مسلم قوم بتدریج ہوا میں تحلیل ہوتی چلی گئی اور ''خانہ خالی را دیومی گیرد'' کے مصداق قومیتوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی جس کے نتیجے میں اس کی آبادی کی اکثریت پر مشتمل مشرقی بازو بنگلہ قومیت کی بنیاد پر الگ ہو کر بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔

گو کہ بچا کھچا پاکستان عملی طور پر سیکولرزم کی راہ پر تیزی سے گامزن ہے لیکن یہ مولانا مودودی مرحوم کی سیاسی و دینی بصیرت ہی کا نتیجہ تھا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ان کی اٹھائی گئی مطالبہ دستور اسلامی کی تحریک کے نتیجے میں قراردادِ مقاصد کو منظور کر کے پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کیا جس کی وجہ سے کسی حکمران کی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ پاکستان کو دستوری سطح پر ایک سیکولر ریاست بنا دے۔ تاہم ایک ایسے دور میں جبکہ دنیا میں سیکولرزم کا ڈنکا بج رہا ہو' پاکستان کی قومی اسمبلی کا قرارداد مقاصد کو منظور کرنا ایک جرأت مندانہ اقدام تھا۔ لیکن دشمنان اسلام اندرونی اور بیرونی سطح پر پاکستان کی اس شناخت کو مٹانے پر تل گئے۔ اندرونی سطح پر سیکولر عناصر نے ایک طوفان برپا کر دیا کہ اسلام میں تو اتنے فرقے پیدا ہو چکے ہیں مثلاً دیوبندی' بریلوی' شیعہ' سنی' اہلحدیث وغیرہ تو آخر کس فرقے کا اسلام پاکستان میں نافذ کیا جائے گا۔ اس پروپیگنڈے کے جواب میں ملک کے مختلف مکاتب فکر کے ۲۲ جید علماء نے ۳۲ نکات پر مشتمل پروگرام حکومت کے سامنے پیش کر دیا کہ ان متفقہ نکات پر دستور کی تیاری شروع کر دی جائے۔ پاکستان کا پہلا دستور ۱۹۵۶ء میں اس وقت کے وزیراعظم چوہدری محمد علی کے دور میں قومی اسمبلی نے منظور کیا جس میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔ اب اسلام کے بیرونی دشمنوں کی باری تھی۔ انہوں نے ایوب خان کے ذریعہ ملک میں مارشل لاء نافذ کروا دیا جس کے نتیجے میں ۱۹۵۶ء کا دستور منسوخ کر دیا گیا۔

مزید ستم یہ ہوا کہ جماعت اسلامی نے ملک کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی جماعت اسلامی نے جب مطالبہ دستور اسلامی کی تحریک چلائی تھی تو اس وقت چونکہ وہ الیکشن میں حصہ لینے والی جماعت نہیں تھی لہٰذا وہ کسی سیاسی جماعت کی حریف بھی نہ تھی۔ چنانچہ اس تحریک میں دیگر سیاسی جماعتوں نے بھی ساتھ دیا حتیٰ کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اس تحریک کی حمایت کی۔ گو کہ وہ قومی اسمبلی میں مسلم لیگ کے نمائندہ تھے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر مولانا نے قومی اسمبلی میں یہ دھمکی نہ دی ہوتی کہ اگر اس قرارداد کو منظور نہ کیا گیا تو میں عوام کو جا کر بتاؤں گا کہ مسلم لیگ نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا تھا تو قرارداد مقاصد ہرگز منظور نہ ہوتی۔ لیکن جب جماعت اسلامی نے الیکشن میں حصہ لے کر ایک عام سیاسی جماعت کی صورت اختیار کر لی تو وہ پہلے ہی الیکشن میں چاروں شانے چت ہو گئی۔ جماعت اسلامی کے اس فیصلہ نے اسلام کو' جو اب تک ایک قومی ایشو تھا' پارٹی ایشو بنا دیا۔ جماعت اسلامی کے پہلے انتخابی معرکہ کے حشر کو دیکھ کر چاہئے تو یہ تھا کہ دیگر مذہبی سیاسی جماعتیں عبرت پکڑتیں مگر انہوں نے سوچا ؎

لازم نہیں ہے سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ کیوں نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

لہٰذا دیگر دینی جماعتیں بھی جماعت اسلامی کی پیروی میں

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

رُکن اسمبلی قبیلائی اریگون نے صبح و شام وفاداریاں بدل کر لوٹا کریسی کے ضمن میں نئے ریکارڈ قائم کئے

”میں نے ایک جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے کسی سلسلۂ طریقت میں نہیں!!“ فضیلت پارٹی کی ایک خاتون رکن کا بیان

برادر اسلامی ملک ترکی کے دو دلچسپ مگر عبرتناک واقعات!

پچھلے دنوں ترکی کی سیاست میں دو ایسے واقعات پیش آئے جو پاکستانیوں کے لئے اور وہاں کے سیاست دانوں کے لئے درس عبرت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلا واقعہ ”عزت مآب“ رکن اسمبلی کا ہے۔ ان کا اسم گرامی قبیلائی اویگون (Kubilay Uygum) ہے۔ انہوں نے فلور کراسنگ یعنی پارلیمنٹ میں وفاداریاں تبدیل کرنے کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور بجا طور پر گینز بک آف ریکارڈز میں درج کئے جانے کے لائق ہیں۔ ان کی طرح مختصر عرصے میں بے شمار سیاسی قلابازیاں کھانے اور تیزی کے ساتھ اس سیاسی پارٹی سے اس سیاسی پارٹی میں شامل ہونے کی مثال شاید پاکستان میں بھی نہ ملے۔ (پاکستان میں تو اب سیاسی وفاداریاں بدلنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا ہے) ہاں تو بات ہو رہی تھی قبیلائی اویگون کی۔ انہوں نے ساتویں سیاسی جماعت سے استعفیٰ دیا ہے اور اب آٹھویں جماعت میں شامل ہوں گے۔ یہ حضرت ۲۴/ دسمبر ۱۹۹۵ء کے عام انتخابات میں بائیں بازو کے سابق وزیراعظم بلنت ایجویت کی جماعت ڈیموکریٹک لیفٹ پارٹی کے ٹکٹ پر افیون کے علاقے سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ ۳/ جولائی ۱۹۹۶ء کو اس جماعت سے استعفے دے دیا اور دوسرے دن سابق وزیراعظم تانسو چیلر کی صراط مستقیم پارٹی میں داخل ہو گئے۔ دو دن بعد ڈیموکریٹک لیفٹ پارٹی میں واپس آ گئے لیکن پھر ۳۰/ جولائی کو استعفیٰ دے دیا۔ اور اسی روز دوبارہ صراط مستقیم پارٹی کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ ۲۷/ جون ۱۹۹۷ء تک اس جماعت میں رہے، پھر اسی تاریخ کو اس سے الگ ہو کر دائیں بازو کی انتہا پسند قوم پرست جماعت حرکت پارٹی میں شریک ہو گئے۔ چند ہفتوں بعد یعنی ۱۸/ جولائی کو اس جماعت سے نکل کر ۲۸/ دسمبر ۱۹۹۸ء کو دائیں بازو کی ڈیموکریٹک ٹرکش پارٹی میں شامل ہو گئے۔ ۱۱/ جون ۱۹۹۸ء کو اس جماعت کو بھی خیرباد کہہ دیا اور فی الحال آزاد رکن کی حیثیت سے اسمبلی کی کارروائیوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ سننے میں آ رہا ہے کہ وہ عنقریب تانسو چیلر کی صراط مستقیم پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔

قبیلائی اویگون کی اس سیاسی جمناسٹک پر رائے عامہ اور میڈیا میں سخت تنقید کی گئی اور اس سیاسی بے اصولی اور مضحکہ خیز صورت حال کے خاتمے کے لئے قانونی اور آئینی تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا گیا۔ زیادہ تر مبصرین نے کہا کہ اس شخص نے اقتدار اور پیسے کے لالچ، رشوت، دھونس اور دھاندلی کی وجہ سے اس سیاسی بدکرداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ ڈیموکریٹک ٹرکش پارٹی والوں نے الزام عائد کیا کہ صراط مستقیم پارٹی والوں نے اسے پی پلا کر اور بدمست کر کے استعفیٰ کے خط پر دستخط کروا لئے۔ ترکی زبان میں ”اویگون“ کا مطلب ”موزوں“ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا نام ”اویگون سز“ (Uygunsuz) (غیر موزوں) ہونا چاہئے اور اس کو پارلیمنٹ کی رکنیت کا نااہل قرار دیا جائے۔ بعض نے کہا کہ یا تو اس کے سیاسی اخلاق کا دیوالیہ نکل گیا ہے یا اس کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔ کثیرالاشاعت روزنامہ ”ملت“ میں ایک کارٹون چھپا جس میں ان کو پہلو دار لٹو سے مشابہت دی گئی اور اس کے مختلف پہلوؤں میں سیاسی جماعتوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

ان کے بارے میں ایک لطیفہ بھی مشہور ہو گیا کہ صبح کو گھر سے نکلے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں اسمبلی جا رہا ہوں۔ بیوی نے سوال کیا ”ٹیلی فون کرنے کی ضرورت پیش آئے تو تم سے کس جماعت کے چیمبر میں رابطہ کروں؟“ قبیلائی نے کچھ دیر سر کھجانے کے بعد کہا۔ ”کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ تم مجھ سے موبائل پر رابطہ قائم کرو“۔

خود قبیلائی اویگون سے ان کے اس طرح بار بار اور اتنی تیزی سے، یعنی محض ڈھائی سال میں اتنی وفاداریاں تبدیل کرنے کا سبب پوچھا گیا تو کوئی زیادہ تشفی بخش جواب نہ دے سکے۔ بس یہ کہا کہ فلاں جماعت میرے والد صاحب کو پسند تھی، فلاں کے ساتھ میرے چچا وابستہ تھے اور فلاں پارٹی سے میری ہمدردیاں وابستہ تھیں۔ ان کے سیاسی کیریئر کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تر وہ دائیں بازو کی قوم پرست جماعتوں سے ہمدردیاں رکھتے ہیں۔ پہلے سلیمان ڈیمریل کی جسٹس پارٹی کی یوتھ برانچ میں شامل تھے پھر مرحوم طور غورت اوزال کی مادر وطن پارٹی میں شامل رہے۔ صرف انتخابات میں کامیاب ہونے کے لئے بائیں بازو کی ڈیموکریٹک لیفٹ پارٹی کا سہارا لیا۔ لیکن ایجویت کی یہ جماعت اب برائے نام بائیں بازو کی جماعت ہے، عملی طور پر انتہا پسند قوم پرستوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔ قبیلائی اویگون نے بعد میں جن جماعتوں میں شرکت کی وہ ساری دائیں بازو کی ہیں۔ افیون کے رائے دہندگان کہتے ہیں کہ وہ پارلیمانی جمہوریت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے، اس نے ہم کو شرمندہ کر دیا ہے اور اسے پارلیمنٹ کی رکنیت سے فوراً استعفیٰ دے دینا چاہئے۔ لیکن استعفیٰ کا لفظ ایسا ہے جو پاکستان کی طرح ترکی میں بھی اعلیٰ حکام اور سیاست دانوں کی لغت میں موجود نہیں ہے۔

ترک سیاست کا دوسرا عجیب و غریب واقعہ بھی پچھلے دنوں پیش آیا۔ یاد رہے کہ اسلام پسند پروفیسر نجم الدین اربکان اور ان کے چار رفقائے کار کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد ہونے اور ان کی مرحوم سیاسی جماعت رفاہ پارٹی کے سیکولر دشمن اغراض و مقاصد اور پروگرام کی بناء پر کالعدم قرار دیئے جانے کے فوراً بعد ہی انہی خطوط پر ایک متبادل جماعت، فضیلت پارٹی قائم کر دی گئی تھی اور رفاہ پارٹی کے سارے سابق منتظمین اور اراکین اسمبلی اس میں شامل ہو گئے تھے۔ یہ جماعت رفاہ پارٹی کے انجام سے بچنے، فوجی حکام (جو ترکی کی سیاست میں کافی عمل دخل رکھتے ہیں) کے معاندانہ ردعمل اور اپنے خلاف قانون قرار دیئے جانے سے نجات کے لئے اپنے اغراض و مقاصد اور بیانات میں نرمی پیدا کر رہی ہے اور احتیاط سے کام لے رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں اس کا کنونشن منعقد ہوا جس میں پارٹی کی قیادت کے لئے اسمٰعیل الپتیکن کی جگہ اربکان کے معتمد خاص رجائی کتان (Recai Kutan) کا انتخاب

”قیام پاکستان کا پس منظر اور تقاضے“

کے موضوع پر تنظیم اسلامی لاہور غربی کے زیر اہتمام رچنا ٹاؤن میں جلسۂ خلافت

تنظیم اسلامی لاہور غربی کے زیر اہتمام الشیخ ہسپتال مین بازار رچنا ٹاؤن فیروزوالا کے مرکزی چوک میں ۱۴/ اگست کو بعد نماز مغرب ”قیام پاکستان کا پس منظر اور تقاضے“ کے موضوع پر کارنر میٹنگ کی شکل میں جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ نماز عصر کے بعد لاہور غربی کے رفقاء نے اپنے امیر قافلہ جناب حافظ علاؤالدین کی قیادت میں جلسہ کے لئے ضروری انتظامات کئے۔ اس دوران وقفے وقفے سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اہل علاقہ کو جلسہ میں شرکت کی دعوت بھی دی جاتی رہی۔ بعد نماز مغرب جلسۂ خلافت کے آغاز کے لئے نقیب اُسرہ فیروزوالا سید اقبال حسین نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سنبھالے۔ جلسہ کی صدارت علاقے کی معروف علمی شخصیت جناب ملک عبدالمجید ڈائریکٹر ایجوکیشن آفیسر فیروزوالا نے کی۔ تنظیم اسلامی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر تعاون کرنے والے نوجوان جناب محمد حفیظ بھی سٹیج پر رونق افروز تھے۔ حسب روایت جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا جس کی سعادت نقیب اُسرہ رچنا ٹاؤن مولانا افتخار احمد نے حاصل کی۔ بعد ازاں مسدس حالی سے حضور ﷺ کی خدمت میں التجا پر مبنی مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور نظم ”اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے‘ امت پہ تری آکہ عجب وقت پڑا ہے“ سے سامعین جلسہ کو دعوت فکر کے فرائض بھی جناب افتخار صاحب نے اپنے دل سوز انداز میں انجام دیئے۔ بحیثیت سٹیج سیکرٹری جناب اقبال حسین نے ”تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریقہ کار“ کا مختصر تعارف کرانے کے بعد لاہور غربی کے جوان جذبوں کے حامل نوجوان رفیق چودھری محمد اصغر کو دعوت سخن دی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں ”اسلام کے عالمی غلبہ میں پاکستان کا کردار“ کے حوالے سے تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات کو جامعیت کے ساتھ الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے شرکاء جلسہ کو تنظیم اسلامی کے قافلہ کے ہمرکاب ہونے کی دعوت دی۔ بعد ازاں راقم کو مختصر تعارف کے بعد دعوت خطاب دی گئی۔ قیام پاکستان کا پس منظر بیان کرنے سے قبل برصغیر میں بسنے والی ہندو قوم کی تہذیبی و نفسیاتی کیفیت کو واضح کرنے کے لئے علامہ اقبال کا یہ شعر مستعار لیا گیا

”آباء میرے لاتی مناتی‘ میں اصل کا سومناتی“

یہ حقیقت اب پورے عالم انسانیت پر آشکارہ ہو چکی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی دعوت کا ہدف پورے گلوب کو منور کرنا ہے۔ چنانچہ اسلام کی کرنیں عرب سے نکل کر ”صنم کدہ ہند“ پر پڑیں اور بت پرستوں کی یہ سرزمین اسلام کی روشنی سے منور ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ہندوستان حضورؐ کے امتیوں کے زیر نگیں آ گیا۔ ایک ہزار برس تک حکومت کرنے کے بعد ”ہر کمال را زوال“ کے مصداق مسلمانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا اور یوں برصغیر انگریزوں کی کالونی بن گیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحد ہو کر برصغیر کی آزادی کے لئے جنگ لڑی جو ۱۸۵۷ء میں ناکامی سے دوچار ہو گئی۔ ہندوؤں کے ساتھ آزادی کی جنگ کے دوران مسلمان زعماء کو یہ تلخ تجربہ بھی ہوا کہ ہندو کبھی بھی مسلمانوں کے مفاد کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا‘ لہٰذا ہمارے بزرگوں نے الگ وطن کے قیام کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ الگ وطن کے قیام کے لئے وطنی قومیت کے مقبول عام اور رائج الوقت تصور کی نفی کر کے دو قومی نظریئے کی بنیاد پر نئے وطن کی آزادی کا علم بلند کیا گیا۔ تحریک پاکستان کے رہنماؤں‘ جن میں علامہ اقبال اور قائداعظم کو نمایاں حیثیت حاصل ہے‘ نے مسلمانوں کے لئے الگ ریاست کے قیام کے مقاصد کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی مجوزہ ریاست میں اسلام کی آفاقی اور عادلانہ تعلیمات پر مبنی ماڈل ریاست قائم کی جائے گی جو پوری دنیا کے لئے مینارۂ نور ثابت ہو۔ تحریک پاکستان کے مقاصد اتنے بلند اور عزائم اتنے پختہ تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے نام سے دنیا کے نقشے میں ایک نئے ملک کا نام درج ہو گیا۔ یہ ملک دنیا کا منفرد اور انوکھا ملک ہے جس کا قیام ہی حاکمیت خداوندی کے نفاذ اور اسلام کے عادلانہ نظام کی ترویج کے لئے عمل میں آیا تھا۔ آزادی تو مل گئی مگر غلامی کے اثرات بد سے ہم چھٹکارہ حاصل نہ کر سکے اور انگریزوں کے پالتو اور تربیت یافتہ ”کالے انگریزوں“ اور محدود اور مسخ شدہ تصور مذہب کے علمبردار طبقے کی کرم فرمائیوں سے اہل پاکستان ابھی تک قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد سے کوسوں دور ہیں۔ ہم نے پاکستان کے صدر مقام کا نام تو اسلام آباد رکھ دیا۔ مگر ہم نے اسلام کو اجتماعی زندگی کے ہر گوشے سے بے دخل کر رکھا ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا کے لئے مثال اور نمونہ بننے والا ملک ”نشانِ عبرت“ بنا ہوا ہے۔

راقم کے خطاب کے بعد صدر جلسہ جناب ملک عبدالمجید نے اپنے صدارتی تبصرہ میں فرمایا کہ مقرر نے اپنے خطاب میں اپنے خیالات و جذبات کی بڑی عمدگی سے خوب ”بھڑاس“ نکالی ہے۔ مقرر کے خیالات ہم سب کے دلوں کی آواز اور خواہشات اور تمناؤں کے عکاس تھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے کمربستہ ہو کر جو کچھ کر سکتے ہوں کر گزریں۔ صدر جلسہ ہی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ : نعیم اختر عدنان)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام

”مری“ میں دو روزہ پروگرام

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ۱۷ سے ۱۹ جولائی تک مری میں ایک روزہ پروگرام ہوا۔ تمام رفقاء حلقہ پنجاب شمالی کے دفتر میں جمع ہو گئے۔ ناظم حلقہ شمس الحق اعوان نے رفقاء کو ہدایات دیں۔ ۷ افراد پر مشتمل قافلہ محترم کیپٹن (ریٹائرڈ) نعیم بیگ صاحب کی قیادت میں سنی بینک مری کی جامع مسجد پہنچا۔ جہاں نقیب اُسرہ مری جاوید خان اور ان کے ایک ساتھی نے رفقاء کا استقبال کیا۔ نماز عصر کے بعد رفقاء نے اپنے میزبانوں سمیت گرڈ اسٹیشن کلڈنا کی مسجد میں قیام کیا۔ محترم نذیر احمد صاحب نے جو کہ تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں رفقاء کا استقبال کیا اور پرتکلف چائے سے ضیافت کی۔ رفقاء نے گرڈ اسٹیشن کے علاقہ میں دعوتی گشت کیا اور مغرب کے بعد منعقدہ درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی۔ مولانا مرتضیٰ ظہور نے درس قرآن دیتے ہوئے کہا کہ ایک ہم دنیا میں تجارت کرتے ہیں تاکہ ہماری دنیا کی زندگی اچھی ہو جائے۔ لیکن ایک تجارت ہمیں اللہ کریم بتاتے ہیں کہ اے میرے بندے جیسے دنیا کی زندگی عارضی ہے ایسے ہی دنیا کی کامیابی بھی عارضی ہے اس لئے آخرت کی کامیابی بھی ہمیشہ ہمیش کی کامیابی ہے اور اگر آخرت میں کامیابی چاہتے ہو تو اس کے لئے دو چیزیں درکار ہیں (۱) ایمان باللہ و ایمان بالرسول (۲) جہاد فی سبیل اللہ۔ اگر یہ دو چیزیں تمہیں حاصل ہیں یعنی ایمان باللہ و رسول تمہیں حاصل ہیں اور اللہ کے دین کے غلبے کے لئے جہاد بھی کر رہے ہو تو تم کامیاب ہو۔ چاہے دوسرے تمہیں ناکام کہتے رہیں۔ بعد نماز عشاء نماز کے مسائل کے بارے میں مذاکرہ ہوا۔ بعد از نماز فجر مولانا ظہور صاحب نے تجوید کی کلاس لی۔ ساڑھے آٹھ بجے ”فرائض دینی کے جامع تصور“ کے موضوع پر مذاکرہ ہوا۔ بعد ازاں سنی بینک کے اردگرد کے علاقے میں ہینڈ بل بہ عنوان ”بڑھے چلو کہ منزل قریب ہے“ تقسیم کیا گیا۔ بعد ازاں ”دین اور مذہب میں فرق“ کے موضوع پر مذاکرہ ہوا۔ ”فضائل نماز“ سے چند احادیث مقامی تبلیغی ساتھی نے بیان کیں۔ تعارفی نشست اور مشورے کے بعد چھ رفقاء کا قافلہ بھیکا گلی پہنچا جہاں بازار میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ تنظیم اسلامی کا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ دعوتی پروگرام میں شرکت کی بھی دعوت دی گئی۔ بعد نماز مغرب ”نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں“ نامی کتاب کا اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔

بعد نماز فجر حافظ شفیق احمد اعوان نے سورۂ آل عمران کی روشنی میں اللہ کریم کے سب سے بڑے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”میرا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ میں

نے انسانوں میں سے ایک رسول بھیجا جن کے یہ چار فرائض ہیں : "تلاوت آیات' تزکیہ' تعلیم کتاب اور حکمت"۔

درس کے بعد مولانا غلام مرتضٰی ظہور نے تجوید کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ناشتے سے فراغت کے بعد رفقاء کو تین گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک گروپ مسجد میں ٹھہرا رہا دوسرے گروپ کے ذمہ انفرادی ملاقاتیں تھیں۔ محترم گوندل صاحب نے سروے آف پاکستان میں احباب پر اقامت دین کی اہمیت واضح کی اور تنظیم کی دعوت ان کے سامنے رکھ کر غلبہ واقامت دین کے اس قافلے میں شمولیت کی ترغیب دی۔ تیسرا گروپ ہارون صاحب کے ساتھ ان کے گاؤں پہنچا۔ چودہ احباب سے حافظ شفیق احمد نے دعوتی گفتگو کی۔ بعد میں مولانا مرتضٰی ظہور نے بھی خطاب کیا۔ ناظم حلقہ شمس الحق اعوان نے کارگزاری سنا کر رفقاء کی محنت کو سراہا اور مقامی احباب کو دعوت کے مزید فروغ کے سلسلے میں ہدایات دیں۔ دو روزہ پروگرام کی تکمیل کے بعد واپسی کے سفر میں ساتھیوں نے اپنے تاثرات بیان کئے اور پروگرام کو مزید بہتر بنانے کے لئے مختلف تجاویز دیں۔ اس پروگرام کی کامیابی کے لئے کیپٹن نعیم مرزا نے خصوصی تعاون کیا جبکہ ہارون صاحب کو جاوید خان کا تعاون بھی اس پروگرام کو موثر بنانے میں انتہائی اہم تھا۔ (مرتب : تنفیق احمد)

تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمدؒ کی دفتر تنظیم اسلامی پشاور آمد

ہفتہ ۸/ اگست سہ پہر سوا تین بجے تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمدؒ اپنے پانچ ساتھیوں محمدؒ عالم' مولانا عبد الغفور' سید فدا محمدؒ' محمدؒ ظاہر شاہ اور حاجی بخت احمد کے ہمراہ تنظیم اسلامی پشاور دفتر تشریف لائے۔ امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمدؒ نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں ناظم ذیلی حلقہ پشاور و مردان ڈویژن ڈاکٹر محمدؒ اقبال صافی بھی میزبانی کے لوازمات کے ہمراہ تشریف لے آئے۔

صوفی صاحب نے بتایا کہ ہم ایک باقاعدہ شوریٰ بنانا چاہتے ہیں جس کے لئے ہمیں تنظیم اسلامی کے دو افراد کی ضرورت ہے۔ میجر صاحب نے اپنی اور ڈاکٹر صافی صاحب کی طرف سے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ گوناگوں مصروفیات کی بنا پر ہم مجوزہ شوریٰ میں باقاعدگی سے شرکت نہیں کر سکتے البتہ ان کی خواہش کے پیش نظر ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن مولانا غلام اللہ خان حقانی کو ان کے قریب ہونے کی وجہ سے نامزد کر دیا گیا جبکہ دوسرے رفیق کا انتخاب مولانا حقانی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔ امیر حلقہ سرحد میجر (ر) فتح محمدؒ نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مد ظلہ کے اس موقف کا اعادہ کیا کہ ہماری جدوجہد کا ہدف پورا پاکستان ہونا چاہئے اور اگر صوفی صاحب چاہیں تو تنظیم اسلامی اپنے خرچ پر لاہور میں ان کے خطاب کا پروگرام طے کر سکتی ہے۔ ایک گھنٹے کی اس نشست میں دونوں اطراف سے اتفاق کیا گیا کہ اب نفاذ اسلام کے لئے کی جانے والی تمام مثبت کوششوں کو بہت تیزی سے روبہ عمل لانا چاہئے۔ (مرتب : طارق خورشید)

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا "سیرت النبیؐ کا عملی پہلو" کے موضوع پر دعوت فورم

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی نے ماہ جولائی میں "سیرت النبیؐ کا عملی پہلو" کے عنوان سے ایک جلسہ منعقد کیا جس کی صدارت ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر نے کی۔ وقاص احمد نے سورۂ فتح کے آخری رکوع کی آیات کی تلاوت کی۔ نعت رسول مقبولؐ "مجھے سند وفا ملے" مسعود پرویز نے پیش کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض نقیب اسرہ بند روڈ سہیل خورشید نے انجام دیئے۔ مذاکرہ کے co-ordinator نقیب اسرہ کینال ویو فیاض اختر میاں تھے۔ شرکاء مذاکرہ میں عزیز حکیم' اخلاق احمد اور مسعود شوکت بھی شامل تھے۔ مذاکرہ "حب رسول اور اس کے تقاضے" کے عنوان سے منعقد ہوا جس میں سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ کو موضوع سخن بنایا گیا۔ حسب ذیل نکات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

۱) آپؐ پر ایمان لایا جائے یعنی آپؐ کی تصدیق کی جائے۔
۲) آپؐ کی توقیر و تعظیم کی جائے۔
۳) آپؐ کی نصرت و حمایت کی جائے اور
۴) آپؐ پر جو نور ہدایت نازل ہوا ہے' اس کی کامل پیروی کی جائے اور زندگی کے ہر ہر گوشہ میں اس مینارۂ نور سے راہنمائی لی جائے۔ کیونکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ان تمام امور پر عمل پیرا ہوا جائے تو مقصد زندگی اور محبت رسولؐ کا دعوئ درست ثابت ہوتا ہے ورنہ محض باتیں ہی باتیں ہیں۔

چودھری رحمت اللہ بٹر نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ "دعوت فورم" کے واسطہ سے میں کہنا چاہتا ہوں کہ نعت بہت خوبصورت پڑھی گئی۔ ہماری عملی زندگی میں اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی جھلکنا چاہئے۔ اگر یہ نہیں ہو رہا تو خود کو دھوکا اور فریب دینے کے سوا اس کی کچھ حقیقت نہیں اور ہمیں روز محشر سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ انہوں نے حب رسولؐ کو حدیث مبارکہ کے حوالے سے واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا ایمان کامل ہی نہیں ہو سکتا جب تک حضورؐ اپنے والدین' اولاد اور تمام انسانوں سے محبوب ترین نہ ہو جائیں۔ (رپورٹ : ابو المهتاب چودھری)

ضرورت رشتہ : دینی گھرانے کی 26 سالہ دوشیزہ کے لئے دینی گھرانے سے ہی معقول روزگار رکھنے والے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔

برائے رابطہ : عبد الخالق' لاہور فون : 6311005

دعوت فورم کے میزبان لاہور جنوبی کے امیر غازی محمد وقاص' مہمان خصوصی چوہدری رحمت اللہ بٹر اور فورم کے دیگر مقررین شرکاء

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ ۳۲
سالانہ زرتعاون ۔ ۱۷۵/ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱-۰۳

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمہ ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

ازبکستان میں مساجد کی رجسٹریشن

ازبکستان میں مساجد کی رجسٹریشن گزشتہ ہفتے مکمل کر لی گئی۔ حکومت نے رجسٹریشن کی شرط اس لئے عائد کی ہے کہ ملک میں بلااجازت مسجدوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ازبکستان کے سیکولر حکام پریشان ہیں کہ ۷ سال پہلے جب ازبکستان نے آزادی حاصل کی تو اس وقت مسجدوں کی تعداد چند سو تھی اب چار ہزار سے زائد ہو گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ رجسٹریشن کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ ہر ایک مسجد میں عبادت کرنے والے سو افراد کے دستخط پیش کئے جائیں کہ وہ یہاں عبادت کرتے ہیں اور مسجد کے اخراجات کیسے پورے کئے جاتے ہیں۔

ایران مداخلت سے باز رہے: روس سے تاوان لیں گے' طالبان

طالبان نے روس کو افغانستان کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ وہ افغانستان میں قیام امن کے بعد باقاعدہ طور پر روس سے تاوان جنگ کا مطالبہ کریں گے۔ طالبان کے ترجمان ملا وکیل احمد متوکل نے کہا ہے کہ ہم روس سے تاوان کے ضمن میں ایک ایک پائی وصول کر کے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر روس نے ماضی کی جنگ سے عبرت حاصل نہ کی تو ہم ایک بار پھر روس کو سبق سکھا دیں گے۔ روس کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ روس ان بے بنیاد الزامات کے ذریعے اپنے ان جرائم پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے جو اس نے بلاواسطہ اور بالواسطہ مداخلت کے ذریعے افغانستان میں روا رکھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ روس اب بھی مخالف دھڑے کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے لیکن ہم روس سمیت کسی کو بھی افغانستان میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔ ایران کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ ایران کے ساتھ بہتر تعلقات رکھنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری طرف ایران ہماری حکومت کے ساتھ دشمنی کی پالیسی پر گامزن رہ کر دشمنوں کی مدد کر رہا ہے لیکن ایران کو اب کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ایران کو چاہئے کہ وہ اب غلطی تسلیم کر کے اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے۔ بصورت دیگر اسے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ترجمان نے کہا کہ ایران سمیت کسی بھی پڑوسی ملک کو افغانستان سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہئے۔

بوسنیا کے بعد کوسوو میں بھی اجتماعی قبریں دریافت

کوسوو کے اہوراوچ قصبے جس پر حال ہی میں سرب فوج نے قبضہ کیا ہے' میں کئی اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں۔ سرب فوج نے وہاں پر بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے اور انہیں ان اجتماعی قبروں میں دفن کیا ہے۔ سرب فوج کے ترجمان نے یہ بتایا کہ یہ لاشیں کے ایل اے کے مجاہدین کی ہیں جو قصبہ پر حملے کے دوران شہید ہو گئے لیکن عینی شاہدین کے مطابق ان لاشوں میں کئی نوعمر جوان اور بچوں کی لاشیں بھی ہیں کہ سرب فاشسٹ فوج نے بوسنیا میں بھی موستار پر حملہ کر کے مقامی آبادی کا قتل عام کیا تھا اور انہیں اجتماعی قبروں میں دفن کیا تھا۔

طالبان کی کامیابی: پاک تاجک گیس پائپ لائن کی راہ ہموار

افغانستان میں طالبان کی مسلسل فتح اور دیگر گروپوں کی پسپائی نے افغانستان کے ہمسایہ وسط ایشیائی ممالک کی پریشانی میں اضافہ کر دیا ہے۔ تاہم افغانستان کی موجودہ صورتحال کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ تاجکستان سے پاکستان تک ۸۹۰ میل طویل پائپ لائن کی تعمیر کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔ افغانستان سے گزرنے والی اس پائپ لائن کے ذریعے تاجکستان سے پاکستان تک گیس پہنچائی جائے گی اور اس کی تنصیب پر ۱.۹ ارب ڈالر لاگت آئے گی۔ پاکستان سے ہرات تک ۷۹۰ میل پائپ لائن سینٹ گیس کنسور شیم نصب کرے گی۔ جبکہ ہرات سے دولت آباد آئل فیلڈ تک ۱۰۰ میل طویل پائپ لائن بچھانا حکومت تاجکستان کی ذمہ داری ہے۔ سینٹ گیس کنسور شیم میں امریکہ' سعودی عرب' تاجکستان' پاکستان اور انڈونیشیا کی کمپنیاں شامل ہیں۔ سب سے زیادہ شیئرز امریکی کمپنی یونی کال کے ہیں جو ۴۶.۵ فیصد بنتے ہیں۔ اگر معاملات درست سمت میں چلتے رہے تو دو سال میں یہ پراجیکٹ مکمل ہو جائے گا اور پاکستان کو روزانہ دو ارب کیوبک فٹ گیس فراہم کی جا سکے گی۔ تاجکستان سے سستی گیس کی فراہمی سے تھرمل بجلی کی لاگت بھی کم ہو جائے گی۔ یہ پائپ لائن تاجکستان سے ہرات کے راستے سے کوئٹہ تک آئے گی۔ پاکستان میں اس کا آخری مقام ملتان ہو گا جہاں سے یہ گیس ملک بھر میں سپلائی کی جائے گی۔

ابوظہبی: ۱۱ سالہ پاکستانی نے کمپیوٹر کا اعلیٰ امتحان پاس کر کے دھوم مچا دی

ابوظہبی میں پاکستان کے گیارہ سالہ ثاقب خان نے مائیکرو سافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل ڈپلومہ حاصل کر کے دھوم مچا دی ہے۔ ثاقب خان شیخ لیفہ بن زائد عرب پاکستان سکول میں چھٹے سٹینڈرڈ کا طالب علم ہے۔ ثاقب خان اپنی نوعیت کا واحد پاکستانی طالب ہے جس نے اس نوعمری میں ایم سی پی ڈپلومہ حاصل کیا ہے۔ سکول کے مینجنگ ڈائریکٹر ایمان خلیل نے اس ہونہار پاکستانی سپوت کی کارکردگی کو شاندار خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ثاقب نے ہمارے ادارے کے اس امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے جس میں تجربہ کار کمپیوٹر اور گریجویٹس کی کامیابی کا تناسب ۴۰ فیصد ہے۔

ممبئی میں مقیم بنگالیوں کا جھگڑا: انڈیا اور بنگلہ دیش میں کشیدگی

بنگلہ دیش بارڈر گارڈز کو بھارت کی طرف سے بنگالی بولنے والے افراد کو سرحد پار سے اندر داخل کرنے کی کوشش کو ناکام بنانے کے لئے چوکس کر دیا گیا ہے۔ ادھر بنگلہ دیش نے خبردار کیا ہے کہ اس قسم کا کوئی بھی اقدام دونوں ممالک کے تعلقات کو کشیدہ کر دے گا۔ پیرا ملٹری بنگلہ دیش رائفلز کے سربراہ میجر جنرل عزیز الرحمٰن کا حوالہ دیتے ہوئے روزنامہ ''اجکر کاکوج'' نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ہم کسی ایک شخص کے بھی اس اقدام کے تحت ملک کے اندر داخلے کو قبول کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔